Digitized by eGangotri

پُرشور خاموشی

آفاق احمد

CC-0. K... ...ures Collecti... ...inagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پُرشور خاموشی

آفاق احمد

مدھیہ پردیش اردو اکادمی۔ بھوپال

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

PURSHORE KHAMOSHI : AFAQ AHMAD

سنہ اشاعت : ۱۹۹۱

© : پروفیسر آفاق احمد

پہلا ایڈیشن : ایک ہزار
قیمت : ۲۲/ روپے

کتابت : لقاء الرحمٰن
سرورقِ عمل : شہناز عمرانی

سلسلۂ مطبوعات مدھیہ پردیش اردو اکادمی ۶۰

سکریٹری مدھیہ پردیش اردو اکادمی نے ایچ ایس آفسٹ ورکس دلّی میں چھپواکر دفتر مدھیہ پردیش اردو اکادمی ڈی ۴۲ پروفیسرز کالونی بھوپال سے شائع کی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پیش لفظ

اُردو ہندوستان کی زبانوں میں ایک بہت اہم اور طاقتور زبان ہے جو اپنے لب و لہجے کی تونگری اور شیرینی کے باعث ہر دلعزیز اور مقبولِ عام ہے اس زبان کی اپنی ایک تہذیب اور اپنی ایک عظیم الشان روایت اس ملک کے طول و عرض میں رہی ہے۔

ہندوستان کی دیگر زبانوں کی طرح مرکزی اور ریاستی حکومتیں اردو کی ترقی و ترویج کے لیے بھی کوشاں ہیں اور اپنے اپنے دائرۂ کار اور وسائل کے مطابق عمل کر رہی ہیں۔ اس زبان کی ہمہ گیر ترقی کے لیے ان ریاستوں میں جہاں اردو بولنے اور پڑھنے والوں کی معقول تعداد ہے اردو اکادیمیاں قائم کی گئی ہیں مدھیہ پردیش بھی ان ریاستوں میں شامل ہے جہاں باقاعدہ اردو اکادیمیاں برسرِعمل ہیں۔

اردو زبان و ادب کی ہمہ جہتی و ترقی کے علاوہ مدھیہ پردیش اردو اکادیمی کے مقاصد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس صوبے کے ادیبوں، شاعروں، نقادوں اور دیگر مصنفوں کی کتابیں بہ اہتمام شائع ہو کر منظرِ عام پر آئیں۔ اس امر کے لیے اکادیمی مصنفوں کی دو طرح معاونت کرتی ہے اوّل یہ کہ وہ ادیب جو اپنی تصانیف کی خود اشاعت کرنا چاہتے ہیں انھیں معقول مالی تعاون دیتی ہے، دوسرے یہ کہ اکادیمی کتابوں کی اشاعت کا خود بھی منصوبہ رکھتی ہے جس کے تحت صوبے کے بعض مصنفوں کی کتابیں اکادیمی کی طرف سے شائع کی جاتی ہیں۔ ان دونوں امور کا فیصلہ ماہرین پر مشتمل کمیٹی کی رائے کے مطابق کیا جاتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب اکادیمی کے اپنے اشاعتی منصوبے کا ایک حصّہ ہے ہمیں امید ہے کہ اردو حلقوں میں اس کتاب کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

فضل تابش

سکریٹری مدھیہ پردیش اردو اکادیمی بھوپال

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بلقیس کے لیے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

فہرست

	صفحہ نمبر
یہ کتاب : دیباچہ پروفیسر آفاق احمد	۹
۱۔ پرشور خاموشی	۱۱
۲۔ سوسن کا پھول	۱۸
۳۔ پلکوں کا بوجھ	۲۵
۴۔ تصویر درد کیا جانے	۵۳
۵۔ بیوپاری چلے گئے	۷۸
۶۔ موتیا کی کلیاں	۸۶
۷۔ باندر چوا	۹۱
۸۔ چاندنی کے دیس میں	۹۹

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

یہ کتاب ——

پہلی بات تو یہ کہ اِسے میں نے کبھی اچھا نہیں سمجھا کہ کہانی اور قاری کے بیچ میں خواہ مخواہ آ کر پہلے اُسے کہانیوں کی شانِ نزول بتائی جائے، پھر اپنے نظریات سے آگاہ کیا جائے اور پھر اُس سے کہانی کے فن اور کتاب میں شامل کہانیوں کے بارے میں لمبی چوڑی باتیں کی جائیں۔

یہ چند سطریں محض اس لیے لکھ رہا ہوں کہ بس کہانی پڑھنے سے پہلے تھوڑی سی شناسائی پیدا کر لوں۔

دراصل یہ کتاب انتخاب ہے پچھلے کئی دہوں میں لکھی ہوئی میری کہانیوں کا —— بہت سی کہانیاں مجھے ایسی ناکارہ اولاد کی طرح لگیں جسے عاق کرنے میں ہی عافیت ہے۔ چند پر بڑا پیار آیا اور اُنھیں میں نے اِس کتاب میں شامل کر لیا۔

حالانکہ میری پہلی کہانی (ہائے وہ لڑکپن : بے فکر، الّھڑ) اور آخری لکھی ہوئی کہانی (کتنی ساری سوچوں کے بعد) میں طویل فاصلہ ہے۔ لیکن ایک تعلق خاطر کہ جب پہلی بار کہانی لکھی تھی تو دل جوش، تحیّر اور مسرّت سے سرشار ہو کر جھوم اٹھا تھا اور آخری کہانی (یعنی ابھی تک سب سے بعد میں لکھی ہوئی) کی تکمیل کے وقت بھی دل اُسی خود سر ادا سے دھڑکا ہے جس کیفیت سے پہلے وہ دوچار ہوا تھا۔

شاید کہانی کہنے اور سُننے کی وہ خواہش دونوں کے درمیان مرکز اتصال رہی ہو کہ پتھریلی چٹانوں پر موسم کے سرد و گرم سہنے والے انسان کو جو ادا خوش آئی تھی وہ مشینی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

عہد میں سانس لینے والے انسان کو بھی بھلی لگتی ہے !

اچھا رہے گا کہ بات یہیں ختم کر دوں۔

بس ! اتنا اور عرض کرنا ہے کہ اس کتاب میں اگر کوئی کہانی آپ کو پسند آئے تو فضل تابش صاحب کا شکریہ ادا کریں کہ اس کی اشاعت اُن کے اصرار کا نتیجہ ہے۔ البتہ دوسری صورت میں مجھے مورد الزام قرار دیں کہ بیٹھے بٹھائے مجھے کیا سوجھی تھی کہ اُن کی باتوں میں آ گیا ــــ

آفاق احمد

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پُرشور خاموشی

اُس سے میں نے کہا "دیکھو سب گھوڑوں سے چل رہے ہیں۔ کیوں نہ ہم بھی اُنہیں سے چلیں؟"

وہ بولی: "نہیں ہم پیدل چلیں گے۔"

"اور جو تھک گئیں تو؟"

"اس کی فکر نہ کرو۔ میں تم سے سنبھالنے کو نہ کہوں گی۔"

"لیکن وہ کیسے پیدل چل پائیں گے؟" میں نے اس کے شوہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سرگوشی کی۔

"کیا ضروری ہے کہ وہ بھی چلیں۔ یہاں تک آ گئے یہی کافی ہے۔"

اور اُس نے اپنے شوہر کو فیصلہ سُنا دیا "ہم پیدل چلیں گے۔"

"..... تو تم دونوں جاؤ مجھے یہیں چھوڑ دو۔ یوں بھی مجھے پہاڑوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔" یہ کہتے وقت اس نے پہلے اپنی بیوی کی طرف دیکھا، پھر میری طرف۔ اُس کی نگاہوں میں سارے جہان کی اُداسیاں اُتر آئی تھیں۔

میں نے کہا: "آپ بھی چلتے تو بہتر رہتا اور پھر دور ہی کتنا ہے۔ یہی کوئی دو ڈھائی میل۔"

"میلوں کا فاصلہ حوصلے سے ناپا جاتا ہے ینگ بوائے۔ مجھ میں اب اتنا حوصلہ نہیں میری خاطر تم میری مسز کا ساتھ دو پلیز۔" اُس کی نگاہوں میں التجائیں تھیں۔ اُس کی آواز میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی۔

اور اس کے دل میں ..... کون جانے کیا کچھ تھا؟

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں نے اُس کے شوہر سے آنکھیں چار کیے بغیر چوروں کے لہجے میں کہا۔
"ہم جلدی آجائیں گے۔ شام کو چائے ساتھ ہی پئیں گے۔"
وہ مسکرایا: "اوکے اوکے۔ بس دیر مت کرو۔ جاکر آنا بھی تو ہے تم لوگوں کو۔"
ہم اس پہاڑی کے لیے روانہ ہوئے جس کے بارے میں اپنی حد تک میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایک مدت سے جسے دیکھنے اور جس کی دھرتی کو چومنے کی خواہش میرے دل میں ارمان بن کر پل رہی تھی۔
دو راستے تھے۔ ایک سے پونی جاتے تھے دوسرے سے پیدل جانے والے۔
پونی والوں نے ہمیں گھیر لیا۔
میں نے پھر کہا: "پونی لے لیں؟"
"نہیں"۔۔۔ اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔
ہم پیدل ہی روانہ ہوئے۔
آگے پیچھے اور لوگ بھی تھے۔
وہ دھیرے دھیرے چلنے لگی ۔۔۔ "ذرا انہیں نکل جانے دو۔ بھیڑ میں میرا دم گھٹتا ہے۔"
میں نے اپنی رفتار دھیمی کر دی۔
بھیڑ چھٹی تو ہم پھر آگے بڑھے۔
تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر وہ بولی: "چپ کیوں ہو۔ باتیں کرو کہ راستہ کٹے۔"
"کیا باتیں کروں؟"
"یہی پوچھو کہ میں پونی سے چلنے پر راضی کیوں نہ ہوئی؟"
"کیوں راضی نہ ہوئیں؟"
"اس لیے کہ پونی سے گرتی تو پونی والا سنبھالتا۔ اب اگر گری تو تم سنبھالو گے۔"
یہ کہتے کہتے اُسے ٹھوکر لگی۔ وہ لڑکھڑائی۔ میں نے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔
"دیکھا تم نے سنبھال لیا نا۔!"
"اگر میں گرا تو مجھے کون سنبھالے گا؟"
CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.
"میں"۔۔۔

Digitized By eGangotri

"تم ــــ؟"

"ہاں میں ــــ"

"تم مجھے سنبھال لوگی؟"

"کیوں نہیں۔ یوں ہی ایک دوسرے کو سنبھالتے تو منزل تک پہنچنا ہے۔"

"مگر منزل تو ابھی دور ہے۔"

"کیا فرق پڑتا ہے۔ مجھے سہل ہو گئیں منزلیں وہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے۔"

اونچے نیچے راستے جہاں ہر پچاس قدم پر کوئی نیا موڑ منتظر ہوتا۔ کبھی بہت اچھے لگتے کبھی جی اُکتانے لگتا۔ کبھی دل چاہتا اِن پر چلتے جائیں۔ یہ ختم نہ ہوں اور کبھی وہی دل کہتا یہ ختم ہو بھی چکیں کہ پیچھا چھوٹے ــــ اتنے میں دائیں طرف کا وہ موڑ آ گیا جہاں سے اوپر کی سڑک صاف نظر آنے لگتی ہے۔ وہاں سے نیچے کی زمین یوں نظر آ رہی تھی جیسے کوئی عفریت منھ پھاڑے کھڑا ہو کہ کب کوئی بلندی سے گرے اور وہ اسے نگل لے۔ مجھے خوف سا محسوس ہوا۔ میں نے اپنے اس خوف میں اسے بھی شریک کرنا چاہا۔

"ذرا نیچے دھرتی کی طرف دیکھو۔ تمہیں گرنے سے ڈر نہیں لگتا؟"

"نہیں! تم نیچے کیوں دیکھتے ہو ــــ اوپر دیکھو نا ــــ نیچے گر جانے کا ڈر ہے۔ لیکن ہمیں تو اوپر کی طرف چڑھتے جانا ہے۔ چلتے جانا ہے۔ یہاں تک کہ منزل کے نشان نظر آنے لگیں، یہاں تک کہ ہم ان نشانوں تک پہنچ جائیں، یہاں تک کہ ہم انھیں چھو لیں اور وہاں کے گھنیرے درختوں کے سایہ میں بیٹھ کر راہ کی ساری صعوبتوں کو فراموش کر دیں اور تازہ ہوا کے جھونکے ہماری ساری کسل مندی دور کر دیں۔"

وہ بولتی رہی۔ میں حیرانی سے اس کا منھ تکتا رہا جب وہ بولتی تھی تو اسی طرح مسلسل بولے جاتی تھی۔ تھوڑی دیر کو سانس لینے کے لیے رُکی جیسے تھک گئی ہو۔ پھر کہنے لگی۔

"آؤ کچھ دیر دم لے لیں ..... اور آگے چلیں گے دم لے کر۔"

"یوں ہی سہی"

ہم ایک تنہا گوشہ میں ہری ہری نرم گھاس پر بیٹھ گئے۔ چمکیلی دھوپ سے ہمارے چہرے تمتما رہے تھے۔ اس کا رنگ رخ کچھ زیادہ ہی دمکا ہوا تھا۔ لیکن ہم جہاں بیٹھے تھے وہاں سائے کی دبیز چادر ہمارے سروں پر تنی ہوئی تھی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

اُس نے ماتھے کا پسینہ پونچھا۔ تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کیے رہی۔ آنکھیں کھولیں، میری طرف دیکھا اور تیزی سے بولی۔ جیسے کوئی بات یکایک یاد آگئی ہو۔

"تم نے اُن سے چلنے کے لیے اصرار کیوں کیا تھا؟"

"کیوں ــــ؟ کیا ان کا چلنا مناسب نہ تھا۔ میں تو یہ سوچتا ہوں کہ اگر صاحب بھی ساتھ آتے تو زیادہ بہتر تھا۔"

"لیکن تم نے دیکھا۔ انہوں نے خود ہی ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔"

"ہاں ــــ تم نے شاید نہ دیکھی ہو۔ مگر میں نے ان کی وہ نظر بھی دیکھی تھی جس میں سارے جہاں کی حسرتیں چھپی ہوئی تھیں۔"

"جو ساتھ نہیں ہیں اُن کی اتنی فکر، اُن پر اتنی گہری نظر۔ کاش تم کبھی میری نظروں کی گہرائی میں ڈوب کر دیکھ سکتے ــــ آؤ آگے بڑھیں۔"

اور وہ اٹھ گئی۔

ہم پھر اوپر کی طرف چلنے لگے اور آخر منزل ہمارے زیرِ قدم آ ہی گئی۔

"دیکھو منزل آگئی نا۔!"

"پڑاؤ کو تم منزل کہتے ہو۔"

"چلو اور آگے چلیں۔ میں نے تو دیکھا نہیں۔ سُنا ہے وہ جو برف کے لبادے اوڑھے پہاڑیاں نظر آرہی ہیں، وہاں کا منظر ہی کچھ اور ہے۔"

"ہوگا۔ مجھے ہر سفید چیز سے نفرت ہے پتہ نہیں کیوں کفن کی یاد آتی ہے۔ ہر بے جان چیز میری جان جلاتی ہے۔"

"لیکن جب پہاڑوں پر برف پگھلتی ہے تب یہ احساس نہیں ہوتا کہ ان کے سینہ میں بھی گرمی تھی اور ایک دل بھی تھا جسے دھڑکنے کی ادا بھی آتی تھی۔ اور اب جو دل دھڑکا ہے تو وہ بھی اپنا لبادہ اُتار رہے ہیں۔"

"چھوڑو پہاڑوں کی باتیں۔ چلو دوسری طرف چلیں۔ اُس سڑک کی طرف آگے بڑھیں جہاں سے سارے لوگ گزر چکے ہیں اور جو اب خالی خالی نظروں سے اپنی سونی چھاتی پر کسی نئے انسان کے قدموں کی چاپ کی منتظر ہے۔ لیکن جس کا مقدر اب شام تک یوں ہی بے دم ہو کر لیٹے رہنا ہے۔ آؤ کیوں نہ ہم اس کا مقدر بدل دیں۔ نصیبہ جگا دیں۔"

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

وہ مسلسل بولنے کی اپنی روایت کو آگے بڑھا رہی تھی۔

"ٹھیک ہے" میں نے اس کے مشورہ کو مان لیا۔

ہم پھر ساتھ ساتھ اس نئے راستے پر چلنے لگے۔ بہت دیر تک خاموشی رہی۔

"کچھ بولو" میں نے خاموشی کو توڑا۔

"کیا بولوں ؟"

"کچھ بھی ـــــ کچھ نہیں تو اپنے بارے میں مجھے کچھ بتاؤ۔ ہم دو دن سے ساتھ ہیں لیکن تم نے مجھے کچھ بھی تو نہیں بتایا۔ نہ اپنے بارے میں نہ صاحب کے بارے میں"

"لیکن میں نے تو تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں پوچھا"

"پوچھو ـــــ میں بتاؤں گا"

"نہیں تم مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ میں تم سے کچھ نہ پوچھوں۔ ہم کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں یہ اکتانے والے سوالات نہ کرو۔ کیا یہ کافی نہیں کہ تم میرے سامنے ہو۔ میں تمہارے سامنے ہوں ہم ساتھ چل رہے ہیں۔ تھکے تھے تو بے دم ہو کر ساتھ بیٹھ گئے تھے۔ اور پھر تازہ دم ہو کر چلنے لگے تھے۔ پھر تھکے تو بیٹھ جائیں گے۔ اور پھر اُٹھ کھڑے ہوں گے"

"چلو تو بیٹھ جائیں"

"کیوں تھک گئے ؟"

"نہیں ..... ہاں"

سڑک کے ایک کنارے پر پہاڑی سلسلہ تھا دوسری طرف ڈھلان تھے۔ دائیں طرف کے پہاڑ کی چوٹی پر برف جمی ہوئی تھی معلوم ہوتا تھا سیال چاندی کی ایک نہر تھی جو اب جم چکی ہے نیچے کا منظر کچھ اور ہی تھا۔ زمین ایک تھی موسم بھی ایک تھا۔ اور آکاش پر چمکتا سورج بھی ایک تھا۔ لیکن سورج کی روشنی کی کرنیں کچھ اس انداز سے پڑ رہی تھیں کہ زمین کا کوئی حصہ بالکل تاریکی میں ڈوبا ہوا محسوس ہو رہا تھا اور کہیں اجالا چمک رہا تھا۔

مجھے اس طرح نیچے دیکھتا دیکھ کر وہ بولی :

"کیا دیکھ رہے ہو ؟"

"تم بھی دیکھو ـــــ یہ اجالے، یہ اندھیرے ـــــ یہ کیسے ساتھ ساتھ ہیں۔ !"

"نیچے کیوں دیکھوں ـــــ میری تو زندگی ہی ان سے عبارت ہے۔ میری زندگی کے اندھیروں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کو کس نے دیکھا ہے ــــ دیکھا ہی نہیں تو شمع کون جلاتا ؟"

وہ میرے بالکل نزدیک آ گئی ۔ اس نے میرے بازو کا سہارا لیا ۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اب وہ بہت دیر تک کچھ نہ بول سکے گی ۔ جیسے وہ بولتے بولتے تھک چکی ہو ۔

یکایک میرے بازو پر اس کی گرفت سخت ہو گئی ۔ اس نے بے حد اپنے پن سے پوچھا ۔

" تم بتاؤ اگر کسی کے جیون میں صرف تاریکی ہی تاریکی ہو ۔ راستہ بالکل سجھائی نہ دے تو اندھیروں میں ڈوبا انسان کیا کرے ؟ "

" تمہاری بہت سی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں " میں کیا جواب دیتا ' میں نے بات ختم کرنا چاہی ۔

" اچھا ہی ہے ۔ چلو آگے چلیں "

ہم اور آگے بڑھے ۔

ایک بلائنڈ کارنر آیا ۔ ایسا بلائنڈ کارنر کہ پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ آگے جب سڑک ایک دم مُڑے گی تو دوسری طرف کیا ہو گا ؟ ۔

میں نے کہا ــــ " یہ موڑ تو دیکھو "

" زندگی میں اِن موڑوں کے سوا دیکھا ہی کیا ہے ۔ جب مڑے ایک نئی موت کو اپنی منتظر پایا ۔ اب دیکھنا ہی چھوڑ دیا ہے کہ روز روز کون مرے ۔ ایک بار انسان مر جائے تو سارے دُکھوں سے چھوٹے ۔ تم کیا جانو بار بار مرنے کی اذیت کیسی ہوتی ہے ؟

جب سڑک کے ساتھ ہم بھی گھومے تو سامنے کچھ دوری پر ایک جھرنا آبشار کی شکل اختیار کر چکا تھا ۔ کوئی چیز بہت بلندی سے نیچے گرے تو شور تو ہوتا ہی ہے ۔ یہاں تو مسلسل شور تھا ۔ یکساں طرح کا تیز شور ۔ اُس کی آواز ہمیں پہلے بھی آئی تھی لیکن کچھ باتیں اتنی گہری تھیں کہ غور ہی نہیں کیا ۔ اور کچھ خموشی اتنی پُر شور تھی کہ اس شور کی طرف دھیان ہی نہ دیا ۔ اب محسوس ہو رہا تھا جیسے اس شور میں ہم دونوں کا وجود گم ہو جائے گا ۔ ہم اس شور ہی کا ایک حصّہ بن کر اس میں تحلیل ہو جائیں گے ۔

وہ بولی ــــ " شور ' ہر طرف شور ۔ مجھے سکون چاہیئے ۔ چلو اس شور سے دور چلیں "

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

میں نے کہا " لیکن اس شور سے دور تو ہم جب ہی ہو سکیں گے جب آگے نہ بڑھیں ۔

Digitized By eGangotri

پیچھے لوٹ جائیں۔ اُدھر جدھر سے آئے ہیں"

"نہیں پیچھے تو ہم نہ لوٹیں گے"۔۔۔ اس نے پھر اپنی فیصلہ سُنانے والی فطرت کا مظاہرہ کیا۔

"ٹھیک ہے تو آگے بڑھو"

"ہاں آگے بڑھو"

میں نے بات جاری رکھنے کی خاطر کہا" اچھا ہوا صاحب نہیں آئے۔ وہ ضرور تھک جاتے"

"تم نے اب یہ سوچا ۔۔۔ سوچو ۔۔۔ ان کی تھکن کو میں کب سے دیکھ رہی ہوں ۔۔۔ دیکھ رہی ہوں اور برداشت کر رہی ہوں ۔۔۔ اب تو اس کی عادی سی ہوگئی ہوں۔ ان چاروں طرف پھیلے ہوئے گھنیرے درختوں کی طرح جو صدیوں سے آبشاروں کا غل سُن رہے ہیں اور آنے جانے والے موسموں اور رتوں کی طرح اس شور کو بھی رازوں کی طرح اپنے وجود میں سموئے ہوئے ہیں ۔۔۔ اور دیکھو جہاں آبشار گرتا ہے وہاں سے کچھ دور پر وہ ندی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جب پہاڑ پگھلیں گے تو آبشار کتنی تیزی سے گرے گا۔ ندی کتنی تیزی سے بہے گی تم سُن رہے ہونا۔؟"

اُسے مسلسل بولتے بولتے میری خاموشی کا احساس ہوا۔ اُس نے چاہا میں بھی اس کی سوچ میں شریک ہوجاؤں۔

یکایک میری نظر سڑک سے کچھ دور شمال میں ایک ایسی جگہ پڑی جہاں دو انسانی سائے شاید دنیا کے شور سے تنگ آکر فطرت کے اس شور کو اپنے سب سے رنگین، سب سے طرح دار رازوں کا امین بنانا چاہتے تھے۔

مجھے ایک خاص سمت میں اِس طرح دیکھتے دیکھ کر اس نے بھی بے اختیار میری نظروں کا پیچھا کیا۔

میں نے گھبرا کر کہا ۔۔۔" چلو بہت دیر ہوگئی۔ اب واپس چلیں۔ صاحب انتظار کر رہے ہوں گے۔ ہوسکتا ہے انہوں نے کچھ کھایا بھی نہ ہو؟ اور بھوک تو تمہیں بھی لگ رہی ہوگی؟"

اس نے عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ میری طرف دیکھا ۔۔۔

"ہاں بہت زور کی بھوک لگی ہے"

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سوسن کا پھول

میں نے اس کے خط کا جواب لکھنا شروع کیا۔ بڑی دیر تک لکھتی رہی۔ اپنے پیار کی ایک ایک بات۔ اپنی چاہت کا ایک ایک لمحہ ـــــ میں چاہتی تھی کہ اپنے اس آخری خط میں دل نکال کر رکھ دوں۔ کوئی ارمان نہ رہے کہ اتنا سارا کہنا تھا مگر اتنا سا بھی نہ کہہ سکی۔ پر نہ جانے کیوں لکھے کاغذوں کا ایک ڈھیر میرے سامنے لگ گیا۔ مگر جی کو قرار نہ آیا۔ کبھی سوچتی کہیں کسی کو ایسی باتیں بھی لکھی جاتی ہیں، بالکل پاگلوں جیسی! پھر خیال آیا "وہ" تو "کسی" نہیں ہیں۔ اپنے ہیں۔ اپنوں سے کچھ چھپانا کیسا۔ میں نے اپنے جذبات پھر کاغذ پر منتقل کرنا شروع کر دیئے۔

"تم سمجھتے ہو گے کہ میں تمہارے بنا جی نہ سکوں گی۔ یہ تمہاری بھول ہے۔ تم بن جینے کا مجھے حوصلہ ہے۔ اور تم جو مجھے بھول کر مگن ہو تو کیا میں تمہارے لیے دکھی ہوں؟ ایسا مت سمجھنا۔ میں بہت خوش ہوں۔ اتنی خوش جتنی پہلے کبھی نہ تھی۔"

ارے! یہ آنسو کا قطرہ کیسا؟ نہیں میں رو نہیں رہی ہوں۔ بھلا میں کاہے کو آنسو بہانے لگی ـــ میرا ہاتھ پھر رُک گیا۔ دل زور زور سے دھڑکا۔

"تو رو رہی ہے"

وہ کہنے لگا۔

میں نے زور سے قہقہہ لگانا چاہا۔ مگر آواز گلے میں رندھ کر رہ گئی۔ میں نے اپنا سر تھام لیا۔ قلم ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

نہ میں خوش ہی تھی، نہ مجھے اس کے بنا جینے کا حوصلہ ہی تھا!

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں نے اپنے خط کے بکھرے کاغذوں کو جمع کیا۔ انہیں ٹھیک سے جمایا۔ تکیہ کے نیچے رکھا اور تیسری بار اس کا خط پڑھنے لگی ــــ

سمجھتی ہوں، اُس نے یہ خط بڑے گمبھیر ہو کر لکھا ہے۔ فلسفہ بگھارا ہے۔ مگر محبت کی یہ گمبھیرتا یہ فلسفیانہ انداز، کم از کم یہ میرے لیے بالکل نئے تھے۔ اُن کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ بزرگوں جیسے انداز میں فرمایا گیا ہے ــــ

" دیکھو دوست! زندگی جیسی عظیم شئے رائیگاں کھونے کی نہیں۔ رو رو کر آنکھیں پھوڑ لینا، محض بچپن نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ رہی جُدائی کی بات تو گزرے دنوں کی حسین یادوں کو اپنی مونس و غمخوار بنا لو۔ آؤ، تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں۔ ایک بار مجھ پر بھی تمہارا ہی جیسا پاگل پن سوار ہوا تھا۔ میں نے اپنے ایک قریبی دوست کے بہت دنوں نہ ملنے پر اس سے شکوہ کیا تھا۔ تب جانتی ہو، اس نے کیا کہا تھا؟ ــــ کہا تھا:

"روز روز ملنے کا نام دوستی نہیں۔ وہ وضعداری ہوئی۔ دوستی کا تعلق دل سے ہے۔ وقت کے پیمانے سے نہیں،

کتنی سچ بات ہے یہ! ہمیں ہی لے لو۔ اب اگر ہم مل نہیں پا رہے ہیں تو اس کا یہ مطلب کہاں سے ہو گیا کہ ہماری دوستی ہی ختم ہو گئی"

مجھے اُس کے دوست کا تذکرہ زہر لگا۔ میں دوستی میں شرکت کی روادار نہیں۔ میں نے خط پر سے نظر ہٹا کر سامنے کیاری میں لگے پھولوں کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ ان میں ایک سوسن کا پھول بھی تھا ــــ وہ میرے دل میں اس بری طرح چھایا ہوا تھا کہ مجھے اس پھول میں بھی اس کی مسکراتی آنکھیں نظر آئیں۔

سوسن! جس کے ہرے، لانبے پتّوں کی جڑ میں سے ایک سڈول بے برگ ٹہنی اُگتی ہے۔ اس ٹہنی کے سرے پر ایک بند گٹی ہوتی ہے۔ بالکل سیپ کی شکل جیسی۔ پھر اس سیپ کا منہ دھیرے دھیرے کھلتا ہے اور ایک حسین پھول شاخ میں جھولنے لگتا ہے۔ لیکن اس کے ہرجائی پن کا ٹھور ٹھکانہ نہیں۔ کہنے کو ایک پھول ہے مگر نظروں کا جال چاروں طرف پھینکا جا رہا ہے۔ آس پاس اُگے ہر شگوفے، ہر گل رعنا سے نظر لڑائی جا رہی ہے اور مزا یہ کہ مسکراہٹ کا ہر انداز رجھانے کی ہر ادا، بالکل ایک جیسی! سب غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ سوسن کے اس پھول کا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سارا نکھار، اُس کی شگفتگی، سارا پیار ہمارے لیے ہی ہے لیکن یہ ہرجائی کسی کا بھی نہیں ہوتا۔ چاروں طرف اپنی پنکھڑیاں سجائے اس طرح جھومتا ہے کہ جسے دیکھ لیا، اُسی کا ہو گیا۔ اور بس۔ گویا وہ بھی سوسن کے پھول کا ہی ایک روپ ہے۔ میں بھی کتنی بھولی ہوں۔ کتنے دن بعد اسے سمجھی اور سمجھی بھی کب جبکہ وقت کا پنچھی اپنے پنکھ پھیلائے اپنی منزل کا تعین کر کے اتنی دور جا چکا تھا کہ جتن کرنے پر بھی لوٹ کر نہ آسکے۔

میں نے پھر خط پڑھنا شروع کیا۔ آگے نصیحت فرمائی گئی تھی۔

"جب دنوں کی وادیوں میں الجھنوں کے خاردار پودے اُگ آتے ہیں اور اُن کے ہاتھوں ذہن میں چُبھن جنم لینے لگتی ہے اور کوئی کسی سے بچھڑ جاتا ہے اور جدائی کی کالی بدلیاں گھر آتی ہیں، تب انسان کتنا بے سہارا ہو جاتا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں ہم ایسا کیوں سمجھیں۔ کیوں نہ خیالات کی محفلیں سجائیں، دل کے معمورہ کو ضوفگن یادوں سے آباد کریں اور اپنے سامنے اِن یادوں کے پھولوں سے سجایا ہوا ایک گلدان رکھا ہو۔ ہم ایک ایک کر کے اُس میں سے وہ پھول اٹھاتے جائیں جن کے سینے میں ہمارے ماضی کی کتنی ہی داستانیں دل بن کر دھڑک رہی ہیں۔ اور پھر خوشبو سونگھ کر اُن پھولوں کو اپنی جگہ رکھتے جائیں۔

تم بھی ایسا ہی کرو۔

یادوں کی حسین مہک ضرور تمہارے دل کا سارا دُکھ، ذہن کی ساری الجھنیں مٹا دے گی!
کبھی کبھی میرا جی بھی کرتا ہے کہ پیروں میں ہوا کے گھوڑے کی رکابیں ڈال کر اُسے سرپٹ دوڑاتا یہاں سے دور چلا جاؤں۔ اتنی دور کہ کوئی آواز کانوں میں زہر نہ گھول سکے۔ لیکن ایسا ہوتا نہیں ہے۔ تب میں چپکے سے اپنے دوست کی وہی بات یاد کرنے لگتا ہوں کہ روز روز ملنے کا نام دوستی نہیں ہے۔ وہ وضع داری ہوئی۔ اس کا تعلق دل سے ہے، وقت کے پیمانے سے نہیں۔

دوست! تم بھی اس پر عمل کرو نا ——"

پھر وہی اپنے چہیتے کا ذکر ——

جاؤ، میں آگے نہیں پڑھتی۔

جانتی ہوں یہ سب مجھے جلانے کے لیے لکھا گیا ہے۔ جان بوجھ کر مجھے چڑانے کے لیے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اپنے اُس دوست کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ میں بھی اتنی مورکھ نہیں کہ اپنی جان کو روگ لگالوں، مجھے کیا پڑی ہے جو جلوں، میری بلا سے ـــــ ہونہہ ـــــ

مگر میرا دل مجھ سے بغاوت پر آمادہ تھا۔ چپکے سے دھڑکا :

" تو پھر اتنی آگ بگولا کیوں ہو رہی ہو ؟" اُس نے فوراً طعنہ دیا۔

" نہیں۔ بالکل نہیں ـــــ"

اور میں نے اُسے جھٹلانے ـــــ اُسے کیا خود کو جھٹلانے ـــــ کے لیے پھر خط پڑھنا شروع کر دیا۔

" تم نے مجھے ایک بار راہ دکھائی تھی۔ یاد ہے ؟ وہ ایسے ہی فکروں میں جکڑے اور دُکھوں کو بانٹنے والے دن تھے۔ میں بالکل بجھا بجھا سا تھا۔ مگر تم نے روشنی کی کرن بن کر اس اندھیرے میں میرا ہاتھ تھاما۔ میں تو حیران رہ گیا کہ دیکھنے میں اتنی چھوٹی، گڑیا جیسی لڑکی، اتنی سمجھ داری کی باتیں بھی کر سکتی ہے۔ تم نے مجھے جینے کا سلیقہ سکھایا۔ میری تھکی ہوئی آنکھوں میں اپنی پیار بھری آنکھیں ڈال کر تم نے ہی تو کہا تھا :

' آپ کی زندگی بے کار نہیں ہے۔ ایسا کیوں سمجھتے ہیں ! آپ سے لوگوں کو کتنی ڈھیر سی توقعات ہیں۔ کتنے لوگ ہیں جن کی امیدوں کا آپ مرکز ہیں۔ اس طرح ملول ہو کر راہ سے مت بھٹکیئے۔ آپ جیسے لوگ دُنیا میں بڑے کام کرنے کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ وہ کام تو آپ ہی کو کرنا ہیں۔ اگر آپ بھی اس طرح ہمّت ہار بیٹھے تو کتنی جان لیوا بات ہو گی !

آگے بڑھتے جایئے۔ منزلیں گرد راہ بنتی جائیں گی ؛

میرا کھویا ہوا یقین مجھے واپس مل گیا تھا۔

میں نے ساری فکروں کو جھٹک دیا اور سب کچھ بھول کر اپنے جیون کی بچی کھچی گھڑیوں کو امر بنانے لگا۔

' انسان کی زندگی اور اس کے کام لافانی ہوتے ہیں ؛

مگر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ آج میں تمہارا بتایا ہوا راستہ تمہیں کو دکھا رہا ہوں۔

اگر تم نے میرے کہے کو نہ مانا تو میرے قدم بھی ڈگمگا جائیں گے، اُن کے نیچے سے دھرتی کھسکنے لگے گی۔ میری آنکھوں کی نمی میرے آس پاس دھند کا ایک حصار کھینچ دے گی اور آنسوؤں کی اس دھند میں میں اپنی راہ گم کر دوں گا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

وہ راہ جو تمہاری بتائی ہوئی ہے، وہ دھندلکوں میں کھو جائے گی!

کتنا بڑا المیہ ہوگا!

دوست! تم نے ہمیشہ اپنی پلکوں سے میری راہ کے کانٹے چننے کی کوشش کی ہے۔ اب اس طرح خود ٹوٹ ٹوٹ کر، بکھر کر، راہ میں کانٹے نہ بچھاؤ ـــــ یہ تمہاری جینے اور جیتے رہنے کی ادا ہی تو ہے جو مجھے جلاتی ہے۔ اگر تم ہی اُسے بھولیں تو مجھے تو دکھوں کے خارزار میں چھلنی ہوا سمجھو۔

میں تم سے کہتا ہوں۔ خوب خوش رہو اور تمام تصویروں کے رنگ بدل دو۔ تمہارے ذہن کے نہاں خانے میں بنی پت جھڑ کی پینٹنگ پر ہرے ہرے پتّے اور شنگرفی پھول بنا دو۔ خزاں کا چلن ختم ہو جائے گا۔ بہار آجائے گی۔ جب رنگ بدلیں گے تو تصویر خود بخود بدل جائے گی۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

میرا جی چاہا کہ کاش میں خود اُسے جواب دے سکتی اور کہتی کہ ہاں آپ کے لیے تو ہر کام آسان ہے، ہر بات ٹھیک ہے۔ تاویلیں ڈھونڈنا آپ کے لیے مشکل نہیں۔ مگر میں آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ میں جو ایک کمزور دل لڑکی ہوں یہ سب کچھ سہن نہ کر سکوں گی۔ آپ عظیم انسان ہیں، دیوتا ہیں۔ دیوتاؤں کے لیے کچھ کٹھن نہیں ـــــ اور آپ جو تصویر بدلنے کی بات کر رہے ہیں۔ یہ میں نہ مانوں گی۔ میں اِسے کیسے مان سکتی ہوں کہ تصویر کا رنگ بدلنے سے تصویر بدل جاتی ہے اور پھر دل کی تصویر! ـــــ ایک دفعہ جیسا نقش بن گیا، بن گیا۔ دل گرگٹ تو نہیں کہ ذرا ذرا میں رنگ بدلنے لگے۔ پھر تم ہی بتاؤ، شیشۂ دل پر ابھرے نقوش اتنی جلدی اپنی شکل کیسے بدل سکتے ہیں۔ تم نے شاید کبھی اس پر غور کیا ہو کہ سانپ بھی جب کینچلی بدلتا ہے تو اُسے تکلیف تو ہوتی ہی ہوگی! پھر یہ تو دل کا معاملہ ہے۔ اس میں تو تمناؤں کا سارا جہان آباد ہے۔ جب یہ جہاں لٹنے لگتا ہے، تب کوئی پوچھے ـــــ یہ دنیا کیسی ہے؟ تمہارے خواب کیسے ہیں؟ تمنائیں اور آرزوئیں کیسی ہیں؟۔ اُس وقت تصویر تو وہی رہتی ہے مگر رنگ اُڑنے لگتے ہیں۔ بہار کا رنگ خزاں میں بدل جاتا ہے۔ اِس پر تم کہتے ہو کہ تصویر کا رنگ بدل دوں، دل کی تصویر بدل دوں، اُس کی دھڑکنیں بدل دوں! کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ یہ دل، اس کی دھڑکن، دونوں بڑے خود سر، بڑے سرکش اور بڑے ضدی ہوتے ہیں۔ یہ کسی کی نہیں سنتے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مگر تم یہ سب کچھ کیوں جاننے لگے ۔ تمہارا دل تو بہت بڑا ہے نا ! اتنے بڑے دل میں نہ جانے کن کن کی یاد سمائی ہوگی ، کن کن کے لیے چاہت ہوگی ۔ ممکن ہے تھوڑا سا خلوص میرے لیے بھی ہو ۔ مگر اس ذرا سے خلوص کے لیے (دل بہلانے کو ہی کیوں نہ سہی ۔ مجھ سے ذرا سی محبت ، ذرا سی چاہت جتانے کے لیے) تم دوسروں کو اُن کے حق سے محروم کرنے لگے ۔

ٹھیک ہے ۔ میں بھی اتنی خود غرض نہیں ہوں ۔ میں کسی کے حق پر ڈاکہ نہ ڈالوں گی ۔ چپکے سے سب کے راستے سے الگ ہو جاؤں گی ، بنا آہٹ کیے بھاگ جاؤں گی ، میرے قدموں کی چاپ بھی کوئی نہ سُن سکے گا ـــــ تب تم اپنے دوستوں میں (اور اُن دوست سے بھی جو تمہارے بڑے چہیتے ہیں) بڑے فخر سے کہتے رہنا کہ ایک لڑکی نے تم پر جان نچھاور کر دی ـــــ

سچ ! میں اب جینا نہیں چاہتی ۔ بس اب تو دل میں اتنی چاہ رہ گئی ہے کہ دم آخر تمہارا خط میرے سامنے ہو تاکہ جب آنکھیں بند ہوں تو پُتلیوں میں تمہارے حسین الفاظ کے چاند تارے نقش ہوں ، جب سانسیں رُکیں تو دماغ میں تمہارا خیال ہو ۔ پھر واقعی میں اپنے جیون کو کامیاب و کامراں جانوں گی ۔

لاؤ میں خط کو پورا کر لوں :

" تمہیں میرا خط وعظ لگے گا ۔ تمہیں اُس کا انداز اجنبی اجنبی سا محسوس ہوگا ۔ کسی بھی انسان کی زندگی پھولوں کی سیج نہیں ہے ۔ کانٹوں کا بچھونا بھی ہے ۔ اب یہ کام ہمارا ہے کہ پھول چُن لیں اور مگن ہو جائیں ۔

اِس وقت جب کہ میں تم سے یہ گفتگو کر رہا ہوں تو مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے عجیب سا یوں کہ تم تو خود ایک پھول ہو ۔ اب میرے نصیب کہ تمہاری خوش بو میرے مشام جان کو معطّر نہ کر سکی اور تمہاری خوش طالعی کہ ایک فضول سے انسان سے پیچھا چھوٹ گیا ۔

چلو اچھا ہوا ۔ جو راستے دنوں بعد بدلتے وہ جلد ہی بدل گئے ۔

اب جبکہ راستے بدل گئے ہیں تو ہمیں بھی وہی کرنا ہے جو دور دراز منزلوں کے مسافر کیا کرتے ہیں ۔ آگے اور آگے دیکھتے سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں ۔ پیچھے اس لیے نہیں دیکھتے کہ دیکھ کر کیا کریں ۔ دھار تو دھول کا ایک بادل اُڑ رہا ہے ۔ اُس کے پار تو کچھ نظر آنے کا نہیں ۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سہانی یادیں اُن کا زادِ راہ ہوتی ہیں !

دوست ! میں تم سے اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ اب ہماری جُدائی کے گرد و غبار میں جو الم چھپے ہوئے ہیں اُنہیں تلاش مت کرو۔ جب ملن کی طرب ناک گھڑیاں ہماری رفیق سفر تھیں، اُن حسین یادوں کے سہارے اِس طرح جینا سیکھو کہ غم کی کوئی دھند، فکر کا کوئی ہیولا تمہیں تڑپا نہ سکے۔

میں اپنی دوستی کے سارے خلوص اور رفاقت کے سارے اُنس کے بدلے تم سے صرف اتنا ہی مانگتا ہوں اور کچھ نہیں ——"

میں نے خط بند کر دیا۔

بے اختیار میری نظر کیاری میں کھلے پھولوں کی طرف گئی۔

سوسن کا پھول بڑی دل رُبائی کے ساتھ مسکرا رہا تھا۔

میں نے محسوس کیا: اُس کی سنگت میں ساتھ کا ہر شگوفہ، ہر گل رعنا مگن تھا۔

پتہ نہیں کیسے، ایک خیال میرے سارے وجود پر چھا گیا۔

"سوسن پر تو اِن سب کا حق ہے۔ کسی ایک کا تو نہیں۔ کوئی ایک اُس پر اپنا حق جمالے تو یہ بڑی زیادتی ہوگی۔

میں آہستہ سے اُٹھی،

اُچٹتی سی نظر سے سوسن کی طرف دیکھا اور اپنے آنسو پونچھ ڈالے !

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پلکوں کا بوجھ

وہ شام بڑی ارمانوں بھری تھی۔

کالج کی پُرشکوہ عمارت کا مقدر جاگ اٹھا تھا۔ اتنی چہل پہل، اتنی رونق، اس کے نصیب میں کم ہی آئی ہوگی۔

آج کے بعد ایک ماہ کے لیے یہ کالج سنسان ہو جائے گا۔ چاروں طرف کی راہداریاں خاموشی کے آغوش میں چلی جائیں گی۔ صدر دروازے کے بولٹ کَس دیئے جائیں گے۔ ایک دوسرے سے ملاقات، انتظار میں بدل جائے گی۔

شاید اسی لیے آج قریب قریب سب ہی موجود تھے۔ ایک سے ایک بنا سنورا، ایک سے ایک طرح دار!

ہم لوگ سہ پہر سے ڈیرا جمائے ہوئے تھے۔ وقت گذرتا جا رہا تھا۔ لوگ آ رہے تھے۔ لوگ جا رہے تھے۔

مجھ سے شمّی نے کہا:

"چلو بھئی نیلو، چلیں اب۔ ناہید کے یہاں بھی تو جانا ہے ہمیں۔"

میری آنکھیں لاشعوری طور پر نجم الدولہ کا تعاقب کرنے لگیں، وہ اس وقت اپنے کسی ساتھی کے ساتھ تیزی سے زینہ اُتر رہا تھا۔ اُس کا رُخ کینٹین کی طرف تھا۔

"میں نہ جا سکوں گی شمّی ــــ وہ، وہ مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا۔"

شمّی کی کار اپنے پیچھے دھول کے بادل چھوڑ گئی۔

میں نے پھر کنکھیوں سے نجم کی طرف دیکھا۔ اُس کے گلاس میں جھاگوں کے علاوہ کچھ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نہ رہا تھا۔ میں ذرا فاصلے سے ہو کر اُس کے سامنے سے گذر گئی۔ اُس نے مجھے دیکھ لیا۔

وہ آگے بڑھا۔

میرے قدم ہلکے ہو گئے

وہ پھر ساتھیوں میں کھو گیا،

میں آگے بڑھ گئی۔

خود میری سمجھ اندھیروں میں بھٹک رہی تھی۔ مجھے شمّی کے ساتھ چلا جانا چاہیے تھا: میں کیوں رُکی تھی، کس لیے، کا ہے کو؟ ـــــ یہی سوچتے سوچتے میں ایک مرتبہ پھر اُس کے سامنے سے گذر گئی۔ اُس نے مجھے اچھی طرح دیکھ لیا ـــــ میں ایک گوشہ میں ٹھہر گئی۔

وہ اِدھر ہی آرہا تھا۔

میں اندر ہی اندر کتنی خوشی محسوس کر رہی تھی ـــــ وہ قریب آرہا تھا ـــــ فاصلہ کتنا کم رہ گیا تھا، کتنا تھوڑا ـــــ لیکن، لیکن یہ کیا۔ وہ موڑ کے زینے سے پھر نیچے اُتر گیا۔ اُس کے قدموں کی چاپ دور خاموشی میں ڈوبتی چلی گئی۔

میرا دل اندر سے رونے لگا۔ میری روح اُداسی کی چتا میں جلنے لگی۔

مگر میں اُداس کیوں تھی؟

میں نجم الدولہ سے محبت نہیں کرتی۔ مجھے اُس سے پیار نہیں ہے۔ مجھے وہ بالکل اچھا نہیں لگتا ـــــ دُبلا پتلا، جیسے کوئی دق کا مریض (میرا دل مجھے ملامت کر رہا ہے۔ خدا نہ کرے اُسے کوئی روگ ہو) اپنے آپ کو جانے کیا سمجھتا ہے ـــــ چلا گیا، چلا گیا ـــــ مجھے اس سے کیا!

میں نے خود کو کالج کی چہل پہل میں گم کرنے کی کوشش کی۔ مگر ـــــ مگر میری

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

روح کے تنگ دامنوں میں سرایت لیے ہوئے غم کے اندھیرے کو خوشی کے یہ ہنگامے ذرا سی بھی روشنی نہ بخش سکے۔

میرا جی اس ہنگامہ سے اُکتانے لگا۔

میں تیز تیز قدموں سے کالج کی تیسری منزل پر چلی گئی۔

شام کے دھندلکے پھیل رہے تھے۔ کھلی فضا، نکھری دُھلی ہوئی شام! بگلوں کی قطاریں نئے نئے ساحلوں کو فتح کرنے کی امنگ لیے محوِ پرواز تھیں۔

میرا دل بھی ہوا میں اڑ رہا تھا۔

سامنے کالج سے کچھ دور، تالاب کنول کے پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ سرخ سرخ پھول غرور سے سر اٹھائے شام کی خنک ہوا پاکر جھومنے لگے تھے۔ کنول کے بڑے بڑے پتّے اپنے اوپر موتیوں کو ٹانکے ہوئے تھے۔ کبھی کوئی جل مرغی لہراتی، پانی اِدھر اُدھر منتشر ہوتا، کئی موتی ٹوٹتے، کئی پھر سے جگمگانے لگتے ـــــ اس وقت مجھے ایسا لگتا: جیسے پانی کے یہ قطرے جو موتیوں کی طرح کنول کے پتّوں پر چمک رہے ہیں بالکل میرے آنسوؤں کی طرح ہیں جو بہیں گے، خشک ہو جائیں گے، پھر بہیں گے، بہتے رہیں گے۔

میرے دل میں کوئی اندر سے پکارا:

"پگلی! تو نجم الدولہ سے پیار کرنے لگی ہے"۔

میں نے جھٹلانے کی کوشش کی:

"نہیں! یہ جھوٹ ہے، سراسر بہتان ہے۔ نجم سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ وہ مجھے ذرا بھی اچھا نہیں لگتا۔ ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ بات کر لیتی ہوں تو کیا ـــــ بات تو ہر ایک سے کی جا سکتی ہے ـــــ پھر اسے پیار تو نہیں کہا جا سکتا؟ ـــــ نہیں! میں نجم سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پیار نہیں کرتی "

مگر دل میں کوئی برابر میرے خلاف سازشیں کرنے میں مصروف تھا :

" اچھا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر تو اُس سے بات کرنے کے لیے اتنی بے تاب کیوں رہتی ہے ؟ اُس کے ذکر سے تجھے اتنی دل چسپی کیوں ہے ؟ اُس کا نام آتے ہی تیرے چہرے پر لالی کیوں دوڑ جاتی ہے، تو گھبرا کیوں جاتی ہے۔ بالکل ایسے جیسے تو نے کوئی چوری کی ہو اور اب تیری چوری کھلنے والی ہے ؟ اور ہاں ! نجم کی ذرا سی بھی کامیابی کا سُن کر تیری آنکھیں کیوں چمکنے لگتی ہیں ؟ ——— اور اب تو لاکھ چھپائے، خود کو دھوکہ دے۔ اُس کے اس طرح تجھ سے ملے بغیر، نیچے چلے جانے پر تو اداس کیوں ہو گئی ہے ؟ تیری آنکھیں کاہے کو ڈبڈبا رہی ہیں ؟ "

میں نے اُنھیں آنچل سے رگڑ ڈالا۔

شام کے سائے لمبے ہو رہے تھے،

سامنے پہاڑی پر اُگے درخت ایک دوسرے سے سرگوشیاں کر رہے تھے۔

سطح آب پر سات رنگوں والی حسین قوس قزح اپنی تمام رنگینیوں کے ساتھ موجوں کو جھولا جھلا رہی تھی۔ پینگیں بڑھ رہی تھیں، رنگ ڈوب ڈوب کر ابھر رہے تھے لہروں کے لبوں پر گیت ناچ رہے تھے ——— ڈوبتے سورج کی سرخ کرنیں کنول کے پھولوں کا منھ چوم رہی تھیں اور منھ چومنے کے اس طرب ناک احساس سے بے خود و سرشار ہو کر وہ جھومنے لگے تھے۔

میرے پاس ہی دو جنگلی بے نام بیلیں ایک دوسرے میں بل کھاتی فضا کو معطر بنا رہی تھیں۔ ایک کے کاسنی پھول، دوسری کے سفید پھولوں سے مل کر ہرے ہرے پتوں کی آڑ میں آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔

ان دونوں کو اس طرح ہم آغوش دیکھ کر میرا اکیلا ہونے کا احساس پھر سے زندہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہوگیا ـــــ میں پھر اداس ہوگئی۔
دل نے پھر نجم الدولہ کا طعنہ دیا۔

نجم الدولہ!
بھلا میں کاہے کو کالج میں داخلہ لیتی۔ مگر بُرا ہو شمّی اور ناہید کا کہ وہ مجھے یہاں گھسیٹ ہی لائیں۔ اِدھر دسویں کا نتیجہ آیا، اُدھر انھوں نے گھر والوں کی جان کھانا شروع کردی ـــــ نام خدا اب لڑکی میٹرک ہوگئی ہے۔ کب تک گھر میں قید رکھا جائے گا۔
زمانہ بدل گیا ہے۔ بھلا میٹرک بھی کوئی درجہ ہے۔ آگے پڑھنے دو۔ کالج میں داخلہ ضروری ہے۔ اور بالآخر وہ مجھے کالج میں داخلہ دلانے میں کامیاب ہوگئیں۔
یہی آج سے دو سال پہلے کی بات ہوگی۔
جب میں گھر کی گھٹی گھٹی فضا سے باہر نکلی اور یہاں آئی تو میں نے دیکھا کہ یہاں کا ماحول ہی دوسرا ہے، رنگ ہی بدلا ہوا ہے۔ دنیا اتنی تنگ، اتنی چھوٹی نہیں ہے جتنی میں نے سمجھ رکھی تھی۔ چاروں اور ہنگامے، چاروں اور گہما گہمی! میں ایکا ایکی گھبرا سی گئی۔
اللہ! کیسے رہ سکوں گی یہاں؟"
حالاں کہ کتنی چاہ تھی مجھے یہاں آنے کی۔ کیسی کیسی ضدیں کی تھیں میں نے یہاں آنے کے لیے۔ اور اب جبکہ میں یہاں آگئی ہوں تو ـــــ
اب تو یہاں رہنا ہی ہوگا۔ ورنہ لوگ کہیں گے:
دیکھا، ہم تو پہلے ہی کہتے تھے۔ مگر کوئی ہماری سُنے تب نا۔ آگئیں نا آخر رنگ پر ـــــ نہیں، میں یہ نہیں سُن سکتی۔ یہ ہنسی مجھ سے برداشت نہ ہوسکے گی۔ یہ قہقہے تو میری جان لے لیں گے۔ کچھ بھی ہو اب تو یہاں رہنا ہی ہوگا۔
سلام اے میری نئی درسگاہ،
میرے آنے والے لمحے تیرے ہیں،

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

آج سے تو میرا ہے۔

میں بڑی دیر تک ناہید اور شمّی کے ساتھ گھومتی رہی۔ وہ اپنے ساتھیوں سے میرا تعارف کراتی رہیں۔ بڑی جاں گسل دیر کے بعد اس مہم سے چھٹکارا پاکر ہم نے کالج کے ایک گوشہ میں بیٹھک جمائی۔ اور تب ہی میرے کانوں میں ناہید کی چیخ گونجی۔

"وہ رہا!"

"لیکن اتنی تیزی سے جا کہاں رہا ہے"، شمّی نے کھا جانے والی نگاہوں سے تعاقب کیا۔

"موڈ خراب نظر آتا ہے صاحب کا"

میں نے رُخ بدلا۔ کوئی صاحب تیزی سے ہال پار کر رہے تھے۔ مجھے اُن کی صرف پشت نظر آئی۔ یوں ہی معمولی سی پرسنالٹی تھی۔

"ہینڈسم" ناہید مٹی جا رہی تھی۔

"توبہ میرے اللہ"

ناہید مڑی ——— "ارے تم! تم نے دیکھا اُسے؟"

"کسے؟" میں انجان بنی۔

"تم نہیں جانتیں؟" اُس نے بڑے تعجب سے کہا۔ جیسے میرا اُسے نہ جاننا ایک بہت بڑی اَن ہونی تھی۔

"وہ اپنا نجم تھا نہ ——— نجم!"

تو یہ تھے مسٹر نجم!

میں نے بارہا شمّی اور ناہید کی زبانی ان کے کارنامے سنے تھے۔ کوئی ملاقات ایسی نہ ہوتی تھی جب یہ نجم کا دکھڑا لے کر نہ بیٹھ جاتی ہوں۔ اس کے کھیل کی تعریف، اُس کی باتوں میں گلوں کی خوشبو، اُس کی ہر ادا کی مدح ——— آج کوئی رسالہ ہاتھ میں ہے۔ نجم کی کہانی چھپی ہے۔ پڑھ رہی ہیں۔ تعریفوں کے پُل باندھے جا رہے ہیں۔ کل کوئی میچ ہوا تھا۔ نجم بھی کھیلا تھا۔ اب اس کا تذکرہ چھڑے گا: "سچ، جب تالیوں کی گونج میں نجم میدان میں اترا۔ کیا شان تھی۔ جاتے ہی اُس نے ہوا کا رُخ بدل دیا" ——— برسوں کوئی اخبار اٹھا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

لائیں گی۔ کالج میں "یوم اقوام متحدہ" منایا گیا تھا۔ تقریریں ہوئی تھیں، نجم بھی بولا تھا کارروائی چھپی ہے: "ہاں تو پھر نجم نے تقریر جاری رکھتے ہوئے پرزور لہجہ میں کہا کہ 'اقوام متحدہ' اس لیے بنائی گئی ہے کہ ——"

" دنیا میں بنانے کے لیے اور کوئی نہ رہا تھا "

میری شامت آتی اور میں اُکتا کر کوئی ایسا ہی بے موقعہ جملہ جوڑ دیتی۔ سوچا، اس وقت بھی کسی بھلے سے خطاب سے نوازوں مگر ایک دم ناہید نے شموّ کو ٹھونسا دے کر میری خیالی دنیا کے تمام قلعے مسمار کر دیئے۔

" بھئی کل انھیں بھی اُس کا کمال دکھا دو۔ یہ بھی کیا یاد کریں گی "

" خوب "—— گویا سارے جہاں میں دیکھنے کی چیز یہی ایک صاحب زادے بچے تھے!

کالج اسٹیڈیم کے چاروں طرف تماش بینوں کی بھیڑ تھی۔ شام کے سایوں کے ملگجے پرچم لہرانے لگے تھے۔ آفتاب اپنی تمازت کھو رہا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کسی حسینہ کے غصّہ سے دمکتے ہوئے سُرخ عارض کسی دل خوش کن خبر کو پا کر قدرے نرم ہو گئے ہوں۔ اسی جلال و جمال کے سنگم میں اسٹیڈم کے لان کی ہریالی کھیل کے رسیاؤں کے قدم چومنے لگی۔

کالج کی ٹیم کا آخری کھلاڑی نجم تھا!

سیٹی بجی اور کھلاڑی اپنی اسٹکوں کا سحر آزمانے لگے۔ مخالف ٹیم کی اگلی رَو بڑھ چڑھ کر حملے کر رہی تھی۔ بارہا اُس نے ہماری ٹیم کی دفاعی لائن کو درہم برہم کر دیا تھا مگر نجم ناقابلِ تسخیر آہنی دیوار کی طرح گول مارنے کی تمام کوششوں کو ناکام بنا رہا تھا۔

ناہید جوشِ جذبات سے بے قابو ہو کر اپنی جگہ سے اچھل اچھل جا رہی تھی۔ مجمع کی ہمدردیاں ہمارے ساتھ تھیں، وہ بک اپ کر رہا تھا۔

کھیل شروع ہوئے مشکل سے پندرہ منٹ ہوئے ہوں گے کہ مخالف ٹیم کا لیفٹ اِن

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تیزی سے گیند لے کر ہاف لائن کو کاٹتا ٹونٹی فائو تک آگیا۔ یہاں آکر اس نے فل بیک کو نچایا۔ گیند آگے بڑھی۔ نجم نے بجلی کی سی تیزی سے سلپ لگایا۔ اب کی بار گیند لیفٹ آؤٹ کے پاس تھی۔ بڑا سنسنی خیز وقت تھا۔ دونوں ٹیموں کے کھلاڑی آپس میں گتھ گئے۔ لیفٹ آؤٹ نے سینٹرنگ کی اور گول کی لائن سے تین قدم ادھر ہی نجم نے لیٹ کر گول مارنے کی اس کوشش کو آؤٹ میں بدل دیا۔ گیند اُس کی اسٹک سے کراس ہوتی ہوئی آؤٹ میں چلی گئی تھی۔ مگر عین اسی لمحے کسی کا زوردار اُس کے بائیں ہاتھ کی ہڈی پر ہوا۔ ہاتھ بے جان سا ہو کر لہرانے لگا۔

نجم میدان میں جما رہا۔ کوئی اندازہ نہ لگا سکا کہ ضرب کتنی کاری ہے۔ ہاف ٹائم ہونے تک اُس نے مزید دو گول روکے۔

"کیپٹن! تین فل کر دیں۔ میں اب ٹیم کے لیے کچھ نہیں کر سکتا" وہ برہمی کے ساتھ کیپٹن سے مخاطب تھا۔

میں نے ناہید سے کہا:

"دماغ تو دیکھو۔ ذرا سی چوٹ ہے۔ مگر دو چار گول روک کر اترا کیسا رہا ہے"

ناہید کا بس نہ چلا ورنہ وہ مجھے جان سے مار ڈالتی۔

ہاف ٹائم کے بعد نجم بے چینی سے پولس کے دونوں جانب ٹہلتا رہا۔ کرب کے عالم میں وہ اپنے نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے دبائے ہوئے تھا۔

اب کی بار ہماری ٹیم کچھ جما ہوا کھیل دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک شارٹ کارنر ملا۔ اور دیکھتے دیکھتے اسکور بورڈ پر ہمارے کالج کے نام کے آگے ایک کی تختی ٹانگ دی گئی۔ گول کھاتے ہی مخالف ٹیم کا جوش بڑھ گیا۔ وہ برابری کی صف میں آنے کے لیے جی جان کی بازی لگانے لگی۔ کھیل کے اختتام سے دو منٹ قبل اُن کا سینٹر فارورڈ تنہا رنگ میں گھس گیا۔ چشم زدن میں اُس نے بال کو ہٹ کیا۔ لوگ اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن جوں ہی آنکھوں نے پلکوں کا حصار توڑا ـــــ نجم سیدھا سیدھا پورا گول کور کیے لیٹا تھا! گیند اُس کے گھائل ہاتھ سے ٹکرائی تھی اور ٹکرا کر آؤٹ میں جا چکی تھی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نجم نے شان دار گول روکا تھا۔

کھیل ختم ہوتے ہی لوگ اُس پر ٹوٹ پڑے۔ اُسے گود میں لے کر اونچا اٹھا دیا ـــــ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا، بال ہوا میں لہرا رہے تھے۔ ہاتھ کے گرد دستی لپٹی ہوئی تھی اور وہ بار بار اپنا نچلا ہونٹ چبا رہا تھا۔

"کھیلتا اچھا ہے"

عمر میں پہلی بار میں نے نجم کے بارے میں کوئی اچھی بات سوچی۔

دوسرے دن نجم کے بغیر میدان سُونا سُونا نظر آ رہا تھا۔

ناہید نے بتایا کہ اُس کے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

ہمارے کالج کے پولس کے بیچ کوئی ہونق سا لڑکا کھڑا تھا اور کم بخت تین منٹ بعد ہی ایک سستا سا گول کھا گیا۔ ناہید کی بن آئی تھی۔

"ہمارا نجم ہوتا۔ پھر دیکھتیں۔ مار تو لیتا کوئی گول"

"ہونہہ"

ابھی میری بات ادھوری تھی کہ پیچھے سے آواز آئی:

"دیکھئے میں اس شو پر قطعاً سیریس ہوں"

کسی نے اُس کی چوٹ کے بارے میں مذاق کیا تھا اور نازک مزاجی کا نوحہ پڑھا تھا۔ اور وہ بُرا مان رہا تھا۔

"لیجئے! وہ آ گئے"

میں نے ناہید کی دستی پر پھیلی ہوئی ٹافیوں میں سے دو تین پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ارے نجم تم؟ آؤ، بیٹھو" ناہید نے دعوت دی۔

وہ دھم سے میرے برابر والی کرسی پر دھنس گیا۔ ناہید نے دستی کی تمام ٹافیاں اُس

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

جب سورج کا سونا پگھل رہا ہو اور اُس کی سنہری کرنوں کی ڈوریوں میں بندھی چاندی جیسی زہرانوں بوندیں پیاسی دھرتی کے لب چوم رہی ہوں۔

مگر اس سہانے موسم میں بھی نجم اُداس تھا!

میں نے اُسے اتنا سنجیدہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ہر وقت قہقہے، ہر وقت ہنستے رہنا اُس کی زندگی بن گیا تھا۔ جیسے اُسے کسی بات کی پرواہ نہیں ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، ٹھیک ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ سدا کی بدلتی دنیا میں زندگی کی آنے والی ہر تبدیلی کا سواگت کیوں نہ خوش رہ کر کیا جائے۔ ہم دنیا کو بدلنے کا جتن کرتے ہیں، جدوجہد سے نئی تاریخ ترتیب دیتے ہیں۔ اگر تاریخ کو نیا موڑ مل گیا، ہماری محنت ٹھکانے لگی۔ ہم اپنی فتح کے کیوں نہ نقارے بجائیں ـــــ ہماری ان تھک جدوجہد بھی تاریخ کے دھارے کا رُخ نہ بدل سکی! شاید یہی ٹھیک ہو، یوں ہی سہی، ہم کاہے کو آنسوؤں سے اپنی آستینوں کو گیلا کریں۔ آنسو وقت کی رفتار کو نہیں بدل سکتے۔ پھر یہ موتی کیوں ضائع ہوں ـــــ جب برکھا آتی ہے تو بہار آتی ہے۔ جب کڑکتی بجلی اور گرجتے بادلوں کا شور تھم جاتا ہے تو لنج منج سوکھے پودوں میں ہریالی بہار کی آمد کا اعلان کرنے لگتی ہے۔ مگر کوئی آنسو گرے اور زمین کی سطح سے شجرِ امید پھوٹ پڑے، ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں خود سے، مُنّی صاحب تم سے، سب سے کہتا ہوں: اپنے آنسوؤں کو پلکوں کی اوٹ میں چھپا لو۔ میں کہتا نا کہ یہ گوہرِ آبدار بہت قیمتی ہیں، انھیں کسی آخری لمحے کے لیے بچا لو۔ وہ لمحہ جو آیا نہیں ہے، لیکن جس کے سب منتظر ہیں، وہ لمحہ آئے گا ضرور ـــــ تب ہمارے پاس اُس کے استقبال میں نچھاور کرنے کے لیے کچھ ہونا چاہیے۔ مگر ہمارے پاس ہمارا اپنا کچھ نہیں ہے۔ بس یہی دُرِّ بے بہا ہیں۔ انھیں ضائع مت کرو۔

جانے اُس دن کون سی بات ہوئی تھی۔ مُنّی روئے دے رہی تھی۔ کہیں سے نجم آ گیا! اُسے دیکھ کر ایکا ایکی ڈبڈباتی آنکھوں سے دو بوندیں گر گئیں۔

"ارے ـــــ روتی ہیں آپ مُنّی صاحب ـــــ چھی چھی! بُری بات! اچھی بہنیں رویا نہیں کرتیں۔"

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مُنّی نے جو کسی کو ڈھارس بندھاتے دیکھا تو آنکھوں میں چھپے سیلِ رواں پر قابو نہ پا سکی۔ اُس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

مُنّی نے نجم کو بھائی بنایا تھا۔

اُن دنوں کالج میں بھائی بہن بنانے کی رسم زوروں پر تھی۔ ویسے یہ رشتہ کافی مشکوک تھا! لیکن نجم اور مُنّی کا جہاں تک تعلق تھا، کم از کم میں اپنی حد تک تو یہ کہہ سکتی ہوں، وہ دونوں ایک دوسرے کو بھائی بہن ہی سمجھتے تھے۔

میرے یہاں آنے سے بہت پہلے کی بات ہے۔

ایک دن جانے کیوں نجم پر انقلابی بننے کی دھن سوار تھی۔ لڑکیوں میں بیٹھا ماریہ، زویا، چاند بی بی، زینت محل اور جانے کن کن کی باتیں کر رہا تھا ——— دراصل اِن دنوں اندر ہی اندر ایک دوسرے صوبے کے گورنر کے خلاف کسی پرامن مجمع پر فائرنگ کے سلسلے میں نفرت کا جوالا مکھی بھڑک رہا تھا۔ اور اب وہ کالج کے جلسہ تقسیم اسناد میں آنے والے تھے۔ سوال تھا کہ اُن کے خلاف کس طرح تحریک جگائی جائے۔ طے پایا کہ وہ جوں ہی اسناد تقسیم کرنے کے لیے مائک کے سامنے آئیں، ٹھیک اُسی وقت اُن کے خلاف پمفلٹ بانٹا جائے نجم اور اُس کے ساتھیوں نے اپنے کئی ہم خیال تیار کر رہے تھے۔

لڑکیاں جھجک رہی تھیں،

"تم سب یوں ہی ہوجی ——— ہماری اپنی کوئی 'ذاتی بہن' ہوتی۔ پھر دیکھتیں بھلا ——— مذاق تھا، اگر خود گورنر صاحب پر پوسٹروں کی بارش نہ ہوجاتی تو نام بدل دیتا۔"

"آپ کی کوئی بہن نہیں؟"

شمّی نے سوچا، موقع غنیمت ہے۔ یوں بھی نجم کو جیسے وہ چاہتی ہے، ویسے وہ نہیں چاہتا کچھ کچھ اُس کا رجحان ناہید کی طرف تھا۔ ناہید اور شمّی آپس میں دونوں کی ساتھی تھیں ——— شمّی نے سفید جھنڈی ہوا میں لہرادی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

"چلیے، روئیے نہیں، ہم بنے جاتے ہیں آپ کی بہن۔"

ناہید کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اُس نے شکر گذار نظروں سے شمّی کی طرف دیکھا۔ شمّی کے چہرے پر کسی ہاری ہوئی فوج کے اُس کپتان کی سی تھکن اور اداسی طاری تھی جس نے فتح کی کوئی امید نہ پاکر فوج کو میدان سے "شان دار پسپائی" اختیار کرنے کا حکم دے دیا ہو۔

اس وقت وہاں نجم کے ساتھ سب ملاکر تین لڑکیاں تھیں۔ دو تو یہی ناہید اور شمّی، تیسری منّی ـــــ چھوٹی سی، بوٹا سا قد، بڑی بڑی آنکھوں میں ساگر سے گہری گمبھیرتا لیے! جو سدا کھوئی کھوئی سی رہتی تھی۔ جیسے اُس نے اپنے کسی انمول خزانے کو گم کر دیا ہو اور لاکھ جتن کرنے پر بھی وہ اُسے پا نہ سکی۔

مُنّی کو نجم کا بہت خیال رہتا تھا۔ وہ اُس سے عمر میں بڑی ہوگی۔ اور سچ مچ اُس کے ساتھ بالکل بڑی بہنوں کی سی شفقت کا برتاؤ کرتی تھی۔

جب نجم نے کہا کہ اُس کی کوئی بہن نہیں ہے تو منّی نے عجیب نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ تھوڑی دیر کے لیے خاموشی نے ہر طرف اپنا قبضہ جما لیا تھا ـــــ شاید منّی نے سوچا ہو: اُس کے ہوتے نجم بہن کے لیے کیوں ترستا ہے، اُس کے گھر میں تین بھائی پہلے ہیں، ایک نجم، چار ہو گئے۔ فرق ہی کیا پڑا۔

"واہ نجم! ہمارے ہوتے تو ایسا نہ کہو۔ کیا ہم تمہاری بہن نہیں ہیں؟"

"ویسے تو سب ہی میری بہنیں ہیں۔ لیکن اپنی کوئی ذاتی بہن ہوتی تب بات دوسری تھی۔"

نجم نے سب کو بہن کہہ دیا! ناہید کی آنکھوں کی چمک ماند پڑنے لگی، شمّی کے لیے تو اب سب کچھ یکساں تھا، مُنّی نے فیصلہ سُنا دیا:

"کچھ نہیں۔ آج سے تم ہمارے بھائی بن گئے۔"

شمّی چپ رہی۔ دل میں سوچا: میں بھی کیا باؤلی ہوں۔ ممکن ہے اندھیرے کے بادلوں کا جگر چیر کر کبھی روشنی کی کوئی کرن جھانکے ـــــ منّی تمہیں تمہارا بھائی مبارک ہو۔ شکریہ، سچ ہے، یقین کی اکلوتی بیٹی امید تو ہی تو کمزور کا آخری سہارا ہے!

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

توجس دن کا میں ذکر کر رہی تھی ، اُس دن نجم کی یہی بہن منّی روئے دے رہی تھی میں منّی کے پیچھے ستون کی آڑ میں کھڑی تھی۔ منّی نے تھوڑے دنوں میں ہی مجھے اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔

پہلے پہلے تو میں نے یہ سمجھا کہ دوسری کئی لڑکیوں کی طرح یہ بھی نجم کو چاہنے والی لڑکیوں کے کیو میں کھڑی تھی ۔ مگر جوں جوں میں منّی کے قریب آتی گئی ۔ اُس کی عظمت، اُس کا خلوص میرے دل میں گھر کرتا گیا ۔ اُس کی اچھائیوں کے گہرے نقوش میرے دل پر ثبت ہوتے گئے۔

کتنا خیال تھا اُسے نجم کا ! نجم کی سگی بہن نہ ہوتے ہوئے بھی وہ ہمیشہ یہ کوشش کرتی کہ نجم کو یہ کمی نہ محسوس ہونے دے۔

نجم بھی اُس کا بے حد خیال رکھتا تھا ۔ بے ادب دوسروں کے لیے وہ کتنا ہی ہو، منّی کے سامنے یوں دم بخود سا نظر آنے لگتا ہے کسی نے اس کی شرارتوں پر پہرا لگا دیا ہو۔ پھر بھی چور لاکھ چوری سے توبہ کرلے کہیں ہیرا پھیری سے باز آتا ہے۔ نجم کی شوخی ہر قید سے آزاد رہتی۔

لیکن آج تو معاملہ ہی دوسرا تھا ۔ منّی کے جذبات کے نربدا میں طغیانی آگئی تھی ۔ وہ جن دکھوں کے شہتیروں تلے دبی ہوئی تھی انھیں اپنی آنکھوں سے اُبلتے طوفان میں خس و خاشاک کی طرح بہادینا چاہتی تھی۔

ہاں ! مجھے یاد آیا۔

اُس دن منّی کی حد سے زیادہ "آزادی" پر کسی نے کچھ کہہ سن دیا تھا ۔ اپنے بھائی کو سامنے دیکھ کر وہ بے اختیار رونے لگی تھی اور نجم اسے سمجھاتا رہا تھا۔ میں سن رہی تھی، میں کھوگئی تھی میں ڈوب گئی تھی نجم کے آدرش کے مقدس ساگر کی لہروں میں —— کتنا بڑا دل ہے اس کا ! اُس کے چھوٹے سے دماغ میں کتنے تخیلات جنم لیتے ہیں۔

منّی چپ ہوگئی تھی ۔

میں ستون کے پیچھے سے سامنے آگئی ۔

نجم مجھے دیکھ کر ایک ثانیہ کو جھجکا ۔ پھر حسب معمول اپنی اصلیت پر آگیا۔

" دیکھئے ! اپنی سہیلی کو سمجھا لیجئے ۔ بھلا کسی کی باتیں یوں چھپ کر سننا کہاں کی انسانیت ہے"۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

منّی مسکرانے لگی ۔ عجیب نظروں سے پہلے اُس نے نجم کو ، پھر مجھے دیکھا اور فضا میں مٹھاس گھولتی ہمیں تنہا چھوڑ گئی ۔

" آپ نپٹو سلجھو ۔ ہم بچّوں کی باتوں میں دخل نہیں دیتے "

ہم کافی دیر تک خاموش کھڑے رہے ۔ نجم نے سکوت توڑا :

" چلیئے ، ہم سے نہ سہی ' وہ دیکھئے منّی صاحب زینہ اتر رہی ہیں ' انھیں سے کچھ بولیے ــــ جائیے ، ہمیں آپ سے کوئی گلہ نہ ہوگا ، ہماری شکایت ہی کر دیجئے "

(میں تیری مسکراہٹ ' تیرے ایک ایک لفظ کے قربان)

" جی ؟ " بظاہر میں چونک گئی ۔

" یہ موقعہ بھی ہاتھ سے نکل گیا ۔ ہائے ہم تو لٹ گئے ۔ منّی صاحب بھی اب تو نظروں سے اوجھل ہوگئیں ۔ اب یہ ہونٹ کاہے کو وا ہونے لگے "

نجم کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میں اس بے باکی پر ضرور جھڑک دیتی ۔ مگر جانے کیوں مجھے اُس کے اِن بولوں میں مزا آرہا تھا ۔ پھر بھی مصنوعی طور پر ماتھے پہ شکن ڈالی اور بڑی مشکل سے ہونٹوں کو کھولا :

" جی ــــ "

" صرف جی (G) کہنے سے تو کام نہیں چلے گا ۔ اے (A) سے لے کر زیڈ (Z) تک چھبیس ۲۶ لفظ ہیں ۔ باقی کو بھی نوازیئے صاحب ! "

(وہی شوخی ، وہی شرارت ' ــــ شریر کہیں کا)

لاکھ ضبط کے باوجود مسکراہٹ میرے پورے چہرے پر پھیل گئی ۔

اس وقت وہی شریر اور شوخ انجم اداس تھا '

اُس کے ہاتھ کا بنڈیج کھلا تھا ۔ اُسے خوش ہونا چاہیے تھا ۔ مگر وہ اداس تھا ۔ جیسے اُس کا احساس بجھ گیا ہو اور آہیں دھواں بن کر چاروں طرف اڑ رہی ہوں ــــ میرا دم

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

گھٹنے لگا۔

" نجم "

" ہُم " جیسے بہت دور سے کوئی کسی کی آواز سن کر پلٹ پڑے۔

" چُپ کیوں ہیں آپ ؟ ہنستے کیوں نہیں ؟ "

" نیلو ! سچ ہی تو کہتی ہو تم۔ آج واقعی مجھے خوش ہونا چاہیے تھا، بے تحاشا قہقہے لگانا چاہیے تھا۔ آج میں اچھا جو ہو گیا ہوں ـــــــ مگر نیلو جانے کیوں مجھ سے ہنسا نہیں جا رہا ـــــــ حالاں کہ میں نے آج کے دن کے لیے کتنی کتنی امیدیں باندھی تھیں۔ سوچا تھا، میرا ہاتھ پلاسٹر کی جکڑ سے آزاد ہو گا۔ میں جہاں چاہوں گا اُس کی طاقت آزما سکوں گا۔ راستے کی ہر مشکل کی کلائی مروڑ سکوں گا۔ کمزوری کی کوئی دیوار راستہ نہ روک سکے گی ـــــــ لیکن آج دیوار ٹوٹی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے اُس کے اندر کی ہر چیز اُجڑ چکی ہے، کھنڈر بن گئی ہے۔"

وہ بے انتہا جذباتی ہو گیا تھا۔ اس کی آواز رندھنے لگی۔

نجم نے آستیں کو کہنی تک چڑھا لیا ـــــــ اُس کا گھایل ہاتھ کتنا ڈراؤنا لگ رہا تھا۔ اُس کی کھال جگہ جگہ سے بے رنگ ہو گئی تھی۔ وہ اپنے ہاتھ کی اس بدرونقی کو سہن نہ کر پا رہا تھا۔ میری آنکھوں کو کسی نے بند کر دیا تھا۔ میرے دل کی آنکھیں کُھل گئی تھیں۔ میں نے اُس کا بازو تھام لیا۔

وہ خاموش تھا۔ اُس کے خیال کا پنچھی جانے کن دور دراز صحراؤں کی اڑان بھر رہا تھا۔ میرا دل چاہا کہ دھیرے دھیرے اُس کے ہاتھ کو اپنے ہونٹوں تک لے آؤں۔ اُس کی ہتھیلی کو چوم لوں۔

شاید اس طرح غم کی بے روح آنکھوں میں ستاروں کے چراغ جل جائیں۔

بس ایک لمحہ لگا ہو گا یہ سب کچھ سوچنے میں۔ مگر یہ ایک لمحہ صدیوں پر بھاری تھا۔ بالکل ویسا ہی لمحہ جو کرشن چندر کی ایک کہانی میں در آیا تھا۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔ ایسے ہی کسی ایک لمحہ کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ کبھی نہیں مرتا۔ سدا زندہ رہتا ہے۔ سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ زندگی تھک ہار کر دم توڑ دیتی ہے۔ مگر یہ لمحہ زندہ رہتا ہے۔ اور ایسا جان پڑتا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہے جیسے اسی ایک لمحہ کے لیے ہمیں سانسوں کی مہک عطا ہوئی تھی، آنکھوں کو بینائی ملی تھی، ہونٹوں کو قوتِ گویائی بخشی گئی تھی ـــــ ہمارا پورا وجود اسی ایک لمحہ کے لیے تھا۔ کتنی تیزی سے وہ لمحہ میری زندگی میں آیا اور گذر گیا۔ میں نے کچھ نہ سوچا، کچھ نہ جانا۔ بس جب پلکیں جھپکیں تو من ہی من میں، میرے ہونٹوں کی لالی نے کسی کی ہتھیلی پر دو سرخ نشان ثبت کیے، میں منہ سے کچھ نہ بولی، انھوں نے سب کچھ کہہ دیا۔ اور ایسا لگا جیسے نجم کو اس کا کھویا ہوا تمام سکون ایک آنِ واحد میں مل گیا ہو۔ بادِ بہاری کا ایک سبک سر جھونکا آیا ہو اور اُس کے سارے غم اپنے ساتھ اڑا لے گیا ہو ـــــ نجم کی آنکھوں میں تشکّر اور پیار کی جلتی قندیلیں مجھے اپنی آنکھوں میں اُترتی محسوس ہوئیں۔

میں شرما گئی،

میں بھاگ گئی۔

(کاش میں نے جو کچھ سوچا تھا وہ سب کچھ کر گذرتی ـــــ کاش!)

"نیلورانی! وہ دن تو بیت چکا جب تم کسی کا پیار لیے شرما کر بھاگی تھیں۔ اس سمے تم خود کسی کو تلاش کر رہی ہو اور وہ تم سے بھاگ رہا ہے۔ اور تم اِسے سہن نہ کر پا رہی ہو۔ تم اُس سے پیار جو کرتی ہو میری شہزادی!"

یہ کون ہے؟ کون ہے یہ؟ یہ آواز جھوٹی ہے، مجھ پر الزام لگایا جا رہا ہے۔ مجھے کسی کی تلاش نہیں۔ میں کسی کو نہیں ڈھونڈ رہی (تم آیکوں نہیں جاتے ہو نجم) مجھے کسی سے پیار نہیں ـــــ

میرا دل پھر مجھ سے بغاوت پر آمادہ تھا۔

میں رو سی دی۔

ڈھلتی شام بھاگی چلی جا رہی تھی۔ رات کا پہلا پہر شروع ہوا چاہتا تھا۔ آکاش پر چاروں طرف ستاروں کی بارات اتری ہوئی تھی۔ تالاب کی سطح پر بھی انھوں نے دھومیں مچانا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

شروع کردی تھیں۔ معلوم دیتا تھا، سیکڑوں ہزاروں روشنیوں کے ہنڈے مجھے گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں۔ میری ہار کی ہنسی اڑا رہے ہیں۔ مجھے دکھانے کو آنکھ مچولی کھیل رہے ہیں۔

میں نے منہ پھیر لیا۔

مجھے ساری کائنات گھومتی نظر آئی۔

نیچے زور زور سے تالیاں بجنے کی آواز آرہی تھی۔ آواز آنی بند ہوگئی تھی۔ چند لمحوں کی خاموشی ——— ایک جانی پہچانی آواز مائک کو چھو رہی تھی۔

میرے قدم آپ ہی آپ نیچے کی طرف اٹھنے لگے۔

"زندگی کو کسی ایک نقطے پر ختم کر دو۔ وہ کئی دوسرے نقطوں پر پھوٹ نکلے گی۔ یہ زندگی ہے اور زندگی موت سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے ——— یہ جیولس مینوچک نے پھانسی کے سائے میں کہا تھا دوستو! مگر میں اس سے ایک قدم آگے بڑھتا ہوں۔ مجھے کہنے دیجئے کہ بات اتنی ہی نہیں ہے۔ بات بہت آگے کی ہے۔ زندگی موت کی چھاتی پر چڑھ کر بھی جینا جانتی ہے ——— اگر ایسا نہ ہوتا تو شہید سلطان ٹیپو کی لاش کے چہرے پر زندگی کا نور نہ ہوتا۔ غلامی کی سو سالہ زندگی کو ٹھوکر مارنے والے شیر کا نام مرگیا ہوتا۔ جب لاش اٹھتی تو سدا کے لیے اس کے وجود کا جنازہ اٹھ گیا ہوتا۔ لیکن سیکڑوں سالوں کے قافلے نقّارے بجاتے گذر گئے مگر کوئی شور سلطان شہید کے نام کو نہ دبا سکا ——— جب جب ہمارے سامنے موت وحیات کی کشمکش کا باب کھُلا ہے، ہم نے دیکھا ہے کہ موت نے بازی جیت کر بھی ہار دی ہے اور زندگی ہار کر بھی جیت گئی ہے۔"

تالیاں، مسلسل تالیاں،

میں ایک ستون کا سہارا لے کر دوسری منزل کی گیلری میں ہی کھڑی ہوگئی۔ مجھ سے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

آگے نہ بڑھا گیا۔

نجم مائک کے سامنے کھڑا تقریر کا جادو جگا رہا تھا۔ اُس کے نام "موت وحیات میں ہے صرف ایک قدم کا فاصلہ" کا پرچہ نکلا تھا اور اُسے برجستہ اسی پر بولنا تھا۔

کالج کا دستور تھا کہ جب بھی کوئی اہم تقریب ہوتی۔ مختلف پروگرامس کے ساتھ یہ آئٹم ضرور رکھا جاتا ——— ایک چھوٹی سی باسکٹ میں بہت سے پرچے نت نئے موضوع لکھ کر ڈال دیے جاتے اور اُن میں سے جو جس کے ہاتھ لگتا اسے اسی پر بولنا پڑتا۔

یہ بڑا مشکل مقابلہ ہوتا تھا۔ کتنے ہی آتے اور آتے ہی میدان چھوڑ دیتے، کتنے ہی ہکلا جاتے، کتنے ہی اپنی آواز کو تالیوں کے شور سے نہ نکال پاتے۔ بہت کم ایسے ہوتے جنھیں جم کر بولنے کی سعادت نصیب ہوتی۔

نجم نے جب سے اس مقابلے میں حصہ لینا شروع کیا تھا۔ وہ ہمیشہ جیت کے پرچم لہراتا واپس لوٹا تھا ——— آج پھر اُس نے میدان مار لیا تھا۔

اُس کی آواز میں نعرہ ہائے تحسین نے ایک من لبھاؤنی کڑک پیدا کر دی تھی۔

"مگر میں جس زندگی کی بات کر رہا ہوں دوستو! وہ، وہ زندگی نہیں ہے جسے ہم آپ گذار رہے ہیں۔ جس پر ہم مطمئن ہیں۔ میرا زندگی کا تصور ستاروں سے آگے جو دنیا ہے اُس کی رفعتوں پر کمند پھینکنا ہے ——— کمند پھینکنا ہے اور فتح پانا ہے ——— لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کی زندگی فانی کا شعر بن گئی ہے۔ سکڑ گئی ہے اور سکڑ کر ایک جگہ ٹھہر گئی ہے۔ اور اس رواں دواں زندگی میں جو چیز ٹھہر جائے وہ موت ہے، اور ہمیں موت کا بھیانک چہرہ نہیں زندگی کا پُرنور سویرا چاہیے ——— زندگی کا پُرنور سویرا!"

تالیاں، جیسے کالج کی چھت اڑ جائے گی، جیسے یہ شور کبھی نہ تھمے گا۔

میرے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی سے آپ ہی آپ بائیں ہاتھ کی انگلیاں ٹکرانے لگیں۔

میں جھینپ گئی۔

واہ ری بے خودی! سب رُک گئے، مگر میں محسوس تک نہ کر سکی۔ اکیلی میری تالیوں کی آواز باقی بچی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

نجم جھومتا ہوا اسٹیج سے نیچے اُترا۔

میری تالی کی آواز اُس کے کان سے ٹکرائی۔ اُس نے اوپر نظر پھینکی۔ ہماری نظریں ملیں۔ میں جھینپ گئی ——— کیا سوچا ہوگا اُس نے؟ میرا دل بُری طرح دھڑکنے لگا۔

وہ زینہ کی طرف آرہا تھا،

توبہ! بھاگ نیلو، بھاگ یہاں سے ——— سمجھے گا: اُسے بُلانے کے لیے تو نے ایسا کیا ہے، ایسا مت سمجھنے دے اُسے ——— دوسرے زینہ سے نیچے اُتر جا۔ (اُرک جا نیلو ڈارلنگ! کتنا جتن کرنے پر تو وہ آیا ہے اور تو یوں بھاگ رہی ہے)

میں بھاگتی ہوئی نیچے اتر گئی۔ میری سانس بُری طرح پھول رہی تھی۔ میں ہانپ رہی تھی۔ میں بار بار پیچھے مڑکر دیکھ رہی تھی۔

"دیکھ کے لڑکی!"

میں کسی سے ٹکرا گئی۔

"معاف کیجئے گا"

میں آگے بڑھنے لگی۔

"معاف کیا"

"ارے منّی سے ٹکرائی تھی۔

میں منّی سے ٹکرائی تھی۔

"جی ہاں بیگم صاحبہ! حضور کی ٹکر کھانے کا شرف اسی کم ترین کو حاصل ہوا ہے آخر یہ کیا دیوانوں کی طرح بھاگ دوڑ مچا رکھی ہے!"

منّی نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اس نے سوچا، شاید میں کسی کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہی ہوں۔ مگر وہاں کوئی ہوتا تب نا ——— کوئی نہ تھا، منّی نے مجھے گھورا۔

میں نے بہانہ تراشا:

"وہ دیکھیے منّی باجی۔ میں تیز تیز آرہی تھی۔ بس آپ سے ٹکرا گئی!"

عین اسی وقت کھٹ کھٹ کرتا، مَرے مَرے قدموں کے ساتھ نجم زینے سے اُترا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

پھر پھر ہول اٹھنے لگا۔

"سلام" اُس نے اپنا ہاتھ بڑی سعادت مندی سے پیشانی پر رکھا۔

"جیتے رہو" منّی بڑی بوڑھیوں کی طرح دعا دینے لگی۔ پھر اس نے مجھے کہنی کا ٹھونسا دیا۔

میں گُم صُم کھڑی تھی۔ منّی بولے جا رہی تھی:

"آج تو رنگ جما دیا۔ خوب بولے بھئی، طبیعت خوش ہو گئی۔"

"دعا ہے آپ کی۔ ورنہ ہم کس قابل ہیں"

نجم کہہ تو منّی سے رہا تھا لیکن نظر مجھ پر گاڑ رکھی تھی:

مگر منّی صاحب! یہ جو آپ کی سہیلی ہیں نا۔ انھیں ہماری آواز اتنی بُری لگتی ہے کہ یہ سننے تک نہیں آئیں۔"

"سچ!" منّی میری طرف مُڑی: "ارے نیلو تم نے نجم کی تقریر نہیں سُنی؟ ہائے مزا آ گیا!"

میں اب بھی خاموش تھی۔

"جائیں صاحب! کیا فائدہ، ہمیں دیکھ کر لوگوں کو چپ لگ جاتی ہے۔"

وہ جانے لگا۔

نیچے سے چائے اور کچھ کھانے کو بھیج دینا۔ ہم اوپر جا رہے ہیں۔"

منّی نے بڑی بہن ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حکم دیا۔

وہ عقبی دروازے سے کینٹین کی جانب چل دیا۔

منّی اور میں نے دوسری منزل کے ایک ڈرائنگ روم پر قبضہ جما لیا۔ اس وقت اس کمرے میں ہمارے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ میں صوفہ میں دھنس گئی۔ گرمی اگرچہ نہ ہونے کے برابر تھی۔ پھر بھی میرا پورا چہرہ پسینہ سے تر تھا۔ میری دستی بدسلیقگی کے ساتھ منہ پر پھسلنے لگی۔ خود بخود میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ مجھے منّی کی آواز دور سے آتی سُنائی دی۔

"کیا بات ہے نیلو! آج تم کھوئی کھوئی سی کیوں ہو؟"

"کچھ نہیں — کچھ بھی تو نہیں"

میں منّی کو کیا بتاتی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

"تم سمجھتے ہو، ہم جانتے نہیں ـــــ ارے پگلی ! مجھے کیا نہیں معلوم ـــــ تم اور نجم، نجم اور تم ـــــ میں سب جانتی ہوں، پھر مجھ سے کیا چھپانا "

اُنھوں نے مشفقانہ انداز میں میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

" منّی باجی "ـــــ میری آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔

انھوں نے مجھے گلے لگالیا۔

" یوں رونے سے تو کام نہیں چلے گا۔ ہونٹ سی لینے سے پیار نہیں ملا کرتا ہے نیلو "ـــــ

میں نے محسوس کیا کہ یہ کہتے سمے خود منّی کے سینہ میں کسی تلخ یاد کا نشتر چُبھ گیا ہے۔ اُن کی آواز کسی پر شکستہ پرندے کی بے ہنگم پھڑپھڑاہٹ سے مشابہ نظر آنے لگی۔ وہ دُور خلاؤں میں کسی گم گشتہ راہ رو کی طرح منزل کے نشانوں کو ڈھونڈنے کی سعیٔ ناکام کرتی نظر آنے لگیں ـــــ

اندھیرے کو برقی روشنی نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا۔ مگر مجھے ایسا جان پڑ رہا تھا جیسے ہمارے چاروں طرف ہیبت ناک اندھیرا ہے جس میں تباہی کے ازدھے اپنا زہر برساتے اڑ رہے ہیں، جس میں بربادی کی چڑیلیں اپنے الٹے پنجوں کے بَل چل کر زندگی کے سدا بہار چمن میں ویرانے بسا رہی ہیں۔

بڑی دیر تک خاموشی رہی۔ ڈراؤنا سناٹا!

منّی جو مجھ کو دلاسا دے رہی تھی۔ اب خود سہارے کی متلاشی نظر آرہی تھی میری آنکھوں کی نمی اُس کی پلکوں میں الجھ گئی تھی۔ ہم اُن ساحلوں کے تصوّر میں کھو سی گئی تھیں جو ہماری پہونچ سے بہت دور تھے۔ جن تک ہم پہونچنا چاہتے تھے پر پہونچ نہ پاتے تھے ہم بڑی گہرائیوں میں ڈوب گئی تھیں۔ کوئی آتا تو دو سجے سجائے مجسّمے دیکھ کر حیران رہ جاتا۔ ہمیں اپنی سدھ بدھ نہیں رہی تھی۔

ایک دم میز پر ٹرے رکھنے کی کھنک سنائی دی۔ ہم چونک گئیں۔

کینٹین کا لڑکا خاموش کھڑا ہم دونوں کی صورتیں تک رہا تھا۔ حیران و ششدر !

میں چائے دانی میں شکر کا چمچہ چلا کر اُس کا رنگ گہرا کرنے لگی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

چینی کی چائے دانی میں چمچہ چلنے کی آواز دھیرے دھیرے کمرے میں بسی خاموشی کا فسوں توڑنے لگی۔

"منّی باجی چائے ——"

"آں!" وہ چونک گئیں: "ہاں"

پیالی اُن کے ہاتھ میں کانپنے لگی۔ اب میری باری تھی۔

"کیسی طبیعت ہے منّی باجی"

ٹھیک ہے نیلو! دراصل آج مجھے اپنا پچھلا زمانہ یاد آنے لگا تھا —— سچ نیلو! میں دیکھتی ہوں آج تم بھی بالکل اُسی موڑ پر کھڑی ہو کل جہاں سے میرے پیار کے چمن میں خزاں آئی تھی۔ لیکن میں تمہیں وہ غلطی دہرانے نہ دوں گی۔ میرا مٹنا بے مقصد رہے گا اگر میں اپنے سینہ کے داغوں کے اجالے کسی دوسرے کی زندگی کا اندھیرا نہ دور کر سکوں۔

وہ کہے چلی جا رہی تھیں۔ میں ہمہ تن گوش تھی۔ نیچے سے بڑے دھیمے سُروں میں ساز بجنے کی آواز آ رہی تھی۔ ساز کی لے منّی کی آواز میں ڈوبتی گئی۔

"نیلو رانی! ایک ایسی ہی رات تھی۔ پورے چاند کے دن تھے۔ کوئی ابر نہ تھا۔ کوئی کالا بادل نہ تھا۔ چاروں طرف چاند کی روشنی میں کائنات کی ہر شے غسل کرتی نظر آ رہی تھی۔ کالج میں آج سے کہیں زیادہ چہل پہل تھی۔

میں جانتی تھی کہ آج وہ آخری بار اس "دیارِ عاشقاں و بزمِ دلبراں" میں نظر آ رہا ہے ہاں! ہم نے کالج کو اُس زمانہ میں یہی نام دیا ہوا تھا —— آج کے بعد وہ یہاں آئے یا نہ آئے۔ اسے کوئی کہہ نہیں سکتا تھا —— میں نے چاہا کہ اُس سے ملوں اور وہ سب کہہ دوں جو مدّت سے آرزو بن کر میرے سینہ میں پل رہا تھا، جو دل بن کر دھڑک رہا تھا اور جو سانس بن کر مہک رہا تھا۔ وہ میرے پاس آیا، میں اس سے ملی بھی۔ نہ وہ کچھ کہہ سکا اور نہ میرے ہی ہونٹ کھل سکے۔ وہ جانے کے لیے مڑا تو میں اپنی ساری ہمّتیں سمیٹ کر کھڑی ہو گئی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

" دیکھو پتہ نہیں اب ہم ایک دوسرے کو دیکھ بھی سکیں گے یا نہیں ــــ تم ــــ اور تم "

اُس نے میرے ہاتھ میں ایک خوبصورت سی ڈائری تھمادی۔ اور وہ تیز تیز چلتا میری نگاہوں سے دور ہو گیا۔ میں تا حدِ نظر اُسے دیکھتی رہی۔ دل نے چیخ چیخ کر کہا کہ اگر اس وقت تو اُسے نہ روک سکی تو زندگی بھر اُسے ڈھونڈتی رہے گی مگر پا نہ سکے گی۔ وہ آوارہ بادل کی طرح اُڑ کر نہ جانے کہاں برس جائے گا اور تیری آنکھوں کو سدا کے لیے برستا چھوڑ جائے گا۔

لیکن میرے قدم من من بھر کے ہو گئے، آگے بڑھ کر اسے روک بھی نہ سکی۔ میرے ہونٹوں کو کسی نے سی دیا تھا۔ میں اتنا بھی تو نہ کہہ سکی کہ " جانے والے رُک جاؤ " ــــ

اور جانے والا چلا گیا۔ نظروں سے اوجھل ہو گیا ــــ اُس کی دی ہوئی ڈائری میری ہتھیلی پر موجود تھی۔ میں دھڑکتے دل اور سُلگتی آنکھوں کو لیے ایک تنہا گوشہ میں چلی گئی۔ پہلے تو لفظ دھندلے لگے مگر پھر صاف ہوتے گئے۔

اُس نے ایک دن لکھا تھا ......

وہ آئے بزم میں اتنا تو مؔیر نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

یہ اُس دن کے لیے تھا جب اُس نے پہلی بار مجھے دیکھا تھا۔ پھر دو دن بعد اس نے لکھا تھا ــ کسی گیت کو اپنی وارداتِ دل سنانے کو منتخب کیا تھا :

" ساری تمنائیں، ساری کامنائیں ایک مرکز پر سمٹ آئی ہیں وہ میری منزلوں کا اُجالا بن گیا ہے۔ دل کی آوارگی ختم ہو گئی ہے۔ آج سے پہلے جانے کتنی حسینوں کی پھیلی باہنیں مجھے بُلاتی رہیں، گلے لگانے کو تڑپتی رہیں۔ پر جی کہتا تھا رُکو نہیں۔ بنجارہ کا مقدر چلتے رہنا ہے، ٹھہرنا نہیں۔ دل پر کتنے ڈھیر سے نقش تھے۔ اس لمبی چوڑی دنیا میں بس ایک دل زندہ ہی تو تھا جو جیت ہار کی پرواہ کیے بغیر دھڑکتا رہتا تھا۔ وہ چپکے چپکے سرگوشیاں کرتا اور کہتا نگاہوں کے لڑنے کو جانتے ہو؟ نہیں ــــ رسیا کی رنگ بھری باتیں، شفق کے رنگ، دھنک، چھیڑ چھاڑ، مسکراہٹیں، نین ڈور میں باندھ کر کسی کو اشاروں پر نچانا چاہتا تھا مگر خود بندھ جانا، وصلِ یار ــــ ار سدا کے ہو کے ... تم تو بالکل بدھو ہو کچھ بھی تو نہیں جانتے ! ــــ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں چپکا ہو جاتا۔ چپ نہ ہوتا تو کیا کرتا۔ بدھو ہی تو تھا، مجھے کچھ بھی تو معلوم نہیں تھا ـــــ مگر اے میرے دلِ زار! آج یہ سب مجھ سے پوچھ، میں بتا دوں گا ـــــ آج میں نے اُن سے بات جو کر لی ہے"

یہ اُس دن کے لیے لکھا تھا جب اُس نے پہلی بار مجھ سے بات کی تھی ـــ بات کیا کی تھی، بس یہ پوچھا تھا کہ کیا آج رخسانہ نہیں آئی ـــــ رخسانہ! اس کی دوست تھی۔ میں مسکرائی اور کہا۔ "شاید نہیں۔ وہ مجھے تو نہیں ملی ـــ" اور بس! قصہ ختم۔ "شکریہ" کہا اور چلا گیا۔

اُس کے کچھ دن بعد لکھا تھا۔

"بادل آتے ہیں، اُمید ہوتی ہے اب آسمان کے جو تارے چھپ گئے ہیں ان کی جگہ پانی کی بوندیں لے لیں گی۔ دھرتی کی خشک کوکھ میں یہ بوندیں نئی زندگی کا مژدہ لے کر داخل ہوں گی۔ اور یہ جو بلا کی گرمی ہے یہ اپنا رختِ سفر باندھ لے گی۔ برکھا کے جلو میں بہار کے کاروانوں کے دل کے دل سطحِ زمین پر اپنے خیموں کو استادہ کر دیں گے۔ لیکن یہ سراب ہے۔ وہ بادل پھر چھپ گئے۔ آکاش پھر ستاروں سے سج گیا ہے۔ میں غور سے ستاروں کی اس آباد دنیا کو دیکھ رہا ہوں اور شمال کے سب سے بڑے ستارے سے پوچھ رہا ہوں۔ کیا کل اتنا ہی تابناک ہوگا جتنا تو ہے ـــ مجھے ایسا لگا ہے جیسے ستارہ مسکرا دیا ہے اور زیادہ چمکنے لگا ہے ـــــ ممکن ہے ایسا ہو نہیں، مجھے خوش خیالی ہو۔ مگر یہ میرا دل کہ جس سا کوئی دوست نا جس سا کوئی دشمن بڑے ہمدردانہ انداز میں کہہ رہا ہے کہ تم نے پہلے جو سوچا تھا وہ ہی سچ ہے۔ تم تو کولمبس ہو۔ یہ ستارہ تمہاری نصیب آوری کا پیغامبر ہے۔ تمہارا امریکہ تمہیں مل چکا ہے سمندر کی موجوں سے بہت کھیل چکے، ساحلِ امید صاف تو نظر آرہا ہے، لنگر کھول دو"

پھر وہ دوسرے دن مجھے سے ملا تھا۔ میں حیران رہی۔ بڑی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ مجھے اس کی باتیں بہت اچھی لگیں ـــــ مگر رخسانہ! یہ سوچ کر اداس ہو گئی اور پھر وہ جب بھی ملا میں چاہتے ہوئے بھی اُس سے گھل مل نہ سکی۔ دو لمبے سال بیت گئے۔ ہم ملے تو مل کر بھی مل نہ سکے۔ وہ میری رُکھائی کو کیا سوچتا رہا اس کا پتہ تو مجھے اس وقت چلا جب اس کی ڈائری میرے ہاتھوں میں کانپ رہی تھی۔ رخسانہ کو جو میں سمجھتی تھی، وہ اس کی تھی نہیں! کامریڈ تھی بس اس کی ـــــ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

مجھ بورژوا قسم کی لڑکی کو کیا معلوم تھا کہ وہ اس طرح گھلے ملے رہتے ہیں بھی تو ایک مقصد کے لیے ـــــ

اُس کی ڈائری کے آخری صفحہ پر لکھا تھا۔

" ذہن میں آگ جل رہی ہے۔ امنگیں تھک ہار کر دل کے کسی گوشے میں سوگئی ہیں۔ ہر سو تلخیوں کا بسیرا ہے۔ صبح کی ہوا میں آندھیوں کے چھکڑوں جیسی کیفیت ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے پتّوں کی سرسراہٹ کی آڑ میں ویران روحوں کے نالے چھپے ہوئے ہیں۔ بند شگوفے بالکل میری قسمت کی طرح ہیں، جیسے کسی نے میرے سکھوں کی کلیوں پر سخت سخت پنکھڑوں کا پہرہ لگا کر محاصرہ میں لے لیا ہے۔ پھول اداس ہیں۔ چاروں طرف ویرانی کا ڈیرا ہے۔ آج مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ مجھے کیا سمجھتی ہے۔ میں مذاق ہوں اُس کے لیے اور میری چاہ ـــــ چھوڑیئے۔ اب میں کبھی اس نگری میں نہیں آؤں گا۔"

اس کی وہ ـــــ میں تھی! ـــــ دراصل اس دن جب وہ مجھ سے ملا تھا تو میں رخسانہ کی کسی بات پر جلی بھنی تھی اور میں نے اس سے بڑی طنزیہ باتیں کی تھیں حالانکہ من ہی من میں خود کو اس کے لیے کوسا تھا۔ اور جس دن اُس نے مجھے ڈائری دی، اُس دن میں اس سے معافی مانگنے والی تھی، مگر وہ چلا گیا اور اس کے چلے جانے کے بعد پتہ چلا کہ چپ رہنے اور جھوٹے بھرم کو برقرار رکھنے کی کتنی بڑی سزا بھگتنی پڑتی ہے ـــــ اور میری نیلورانی! تم بھی آج اسی موڑ پر کھڑی ہو جہاں اُس دن میں تھی۔ جاؤ اور جا کر نجم کو منا لو ورنہ وہ بھی چلا جائے اور پھر کبھی نہ آئے گا۔

منّی باجی کی باتیں سیدھی میرے دل میں اترتی چلی گئیں۔

جھوٹی اَنا کا جو پردہ میرے ذہن پر پڑا ہوا تھا، وہ سرکنے لگا۔

میں نجم کو تلاش کرتی کالج کی تیسری منزل پر پہنچ گئی۔ وہ اکثر وہاں ایک گوشہ میں بیٹھا کرتا۔

کالج کے سامنے والی پہاڑی نے اندھیرے کی موٹی ردا اوڑھ لی تھی۔ اُس کے پہلو میں بسے زنداں کی دیواریں کتنی بھیانک نظر آرہی تھیں سیکڑوں ہزاروں زندانی اس سے بے خبر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہوں گے کہ کوئی اپنے سارے حصاروں کو توڑ کر کس طرح آزاد پنچھی کی طرح اپنے پر پرواز تول رہا ہے۔ اپنی منزل کا متلاشی ہے۔

پہاڑی پر بنے مزار پر کسی نے عقیدت کا دیا جلایا تھا۔ دور سے اُس کی روشنی ایسی لگ رہی تھی جیسے کوئی بھولی بھٹکی روح دیے کی لو میں تحلیل ہو گئی ہے۔ مٹی کا چھوٹا سا دیا کڑوے تیل سے نہیں بلکہ اُس کے لہو سے جل رہا ہو۔ کسی دور کی امید کے سہارے، کسی دور کے خواب کی تعبیر کو لیے۔

یہی ایک تعبیر، یہی ایک سہارا تو ویرانوں میں پھول کھلاتا اور لق و دق صحراؤں میں بنے ہوئے مزاروں پر عقیدت کے چراغ جلاتا ہے۔

نجم اپنے مخصوص گوشے میں کھڑا بڑی عقیدت کے ساتھ پہاڑی پر بنے مزار پر جلتے ہوئے چراغ کو دیکھ رہا تھا۔

میرے قدموں کی چاپ سُن کر وہ مڑا۔

پتہ نہیں کیوں، بے اختیار میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

آنکھیں اُس کی بھی ڈبڈبا رہی تھیں۔

ہم دونوں نے بیک وقت پلکیں اوپر اٹھائیں۔ نہ میں کچھ بولی اور نہ وہ کچھ بولا۔ مگر مجھے ایسا لگا جیسے ہم دونوں نے ایک دوسرے کی زندگی کا سارا بوجھ اپنی پلکوں پر اٹھا لیا ہو۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تصویر درد کیا جائے

کشن گڑھ

۲۳ر نومبر

اچھی نرملا ۔ اَن گنت پیار،

تم مجھ سے خفا ہو ـــــ ٹھیک ہے، ہونا ہی چاہیے ۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو اِس سے زیادہ خفگی کا اظہار کرتی ۔

مگر میری جان، پہلے وہ وجہ تو سُن لو جو میں اپنی نیرو کو خط نہ لکھ سکی ۔ پھر جتنا چاہو ناراض ہو لینا ۔

شاید تمہیں یاد ہو ۔

جب تم پچھلے سال یہاں آئی تھیں تو میں نے تمہیں اپنی ایک سہیلی سے ملایا تھا ۔ ہاں ہاں وہی ارچنا، جسے دیکھتے ہی تم نے کہا کہ کتنی معصوم ہے ۔ بالکل گڑیا لگتی ہے ۔ بس، اِسی تمہاری گڑیا کی وجہ سے تمہارے خطوں کا جواب نہ دے سکی ۔

پرسوں اس بیچاری کا بیاہ لکشمن پور کے ایک نوجوان سے کر دیا گیا ۔ دیکھنے میں یہ نوجوان اچھا خاصا تھا، مگر لوگ کہتے تھے کہ یہ بے انتہا شکّی اور سخت مزاج ہے ۔

جب اچانک میں نے ارچنا کی ماں سے اُس کے بیاہ کی خبر سُنی تو حیران رہ گئی ـــ کیوں کہ اس سے پہلے اِس قسم کی کوئی بات سُننے میں نہیں آئی تھی ۔

ماں نے بتایا کہ ارچنا کے سرگباشی پتا کی یہ خواہش تھی کہ اُن کی بیٹی کا بیاہ اُن کے دوست رائے زادہ کے بیٹے سوہن سے کیا جائے اور اب اُن لوگوں نے رشتہ مانگا ہے، ـــ بھلا مرے ہوئے کی بات کو کیسے ٹالا جا سکتا ہے ؟

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ارچنا پر تو اِس خبر کے سُنتے ہی بجلی گری ۔ اُس نے تو اپنے سپنوں میں کسی اور کو سجا رکھا تھا۔ کسی اور ہی کے لیے برمالا بنانے کو پھول چُنے تھے ۔

سچ مانو، جب میں ارچنا کی ماں کے پاس سے اُٹھ کر اُس کے کمرے میں گئی تو ارچنا غم سے نڈھال، کئی دن کی بیمار نظر آرہی تھی ۔

وہ بے اختیار مجھ سے لپٹ کر رونے لگی ۔ میرے بے حد دلاسا دینے پر اُس کے آنسو تھمے تو ہچکیوں کے درمیان وہ مجھ سے صرف اتنا کہہ سکی ۔

" اب کیا ہوگا شمّو ؟ "

میری سمجھ خود اندھیروں میں بھٹک رہی تھی ۔ پھر بھی اُسے تسلّی دیتی رہی ۔ نئی زندگی کو اپنانے کی ڈھارس بندھاتی رہی ۔

ارچنا کے سامنے ایک طرف اپنے سورگباشی پتا کی آخری خواہش تھی، دوسری طرف اُس کا پیار ۔ دونوں اُسے عزیز تھے ۔ مگر دونوں میں سے کسی ایک کو ہی وہ اپنا سکتی تھی ۔

کتنی ہی راتیں یوں ہی سوچ کے اتھاہ ساگر میں ڈوبے اُس نے بتائیں ؛
کتنی ہی صبحوں کو اشکوں سے منہ دھویا ،

اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ بے زبان لڑکی اپنے منہ سے کچھ بھی نہ کہہ سکی اور سدا کے لیے اُس کا پلّو ایک انجانے انسان کے پلّو سے باندھ دیا گیا ۔

مجھے اچھی طرح وہ وقت یاد ہے نیرو ! جب ارچنا کا ڈولا اُٹھا تھا ۔ اُس وقت وہ عروسی کپڑوں میں ایسی لگ رہی تھی جیسے کوئی بے جان لاش ہو اور جس کی ارتھی سجا کر اُسے شمشان لے جایا جا رہا ہو ۔

جب میں اُس سے آخری بار ملی اور میں نے اُس کا گھونگٹ سرکایا تو اُس نے چپکے سے میرے ہاتھ میں دستی میں بندھی کوئی چیز تھما دی اور بولی ،

" شمّو ! یہ جس کی امانت ہے اُسے لوٹا دینا اور کہہ دینا کہ جس کی کلائی سجانے کو یہ تحفہ دیا گیا تھا وہ اِس کے قابل نہ تھی ۔ اُس کی کلائی میں پڑی چوڑیوں کی کھنک اب کوئی نہ سُن سکے گا ۔ "

اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی ۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

بڑی مشکل سے میں نے اپنے آنسو روکے اور خاموشی سے ارچنا کے ارمانوں کی موت

Digitized By eGangotri

کا پروانہ لیے وہاں سے چلی آئی۔

اس لمحے میری نظر بمل پر پڑی جو بجھا بجھا سا اپنے مکان کی چاندنی پر کھڑا اپنی دلہن کو کسی اور کے ساتھ جاتے دیکھ رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس پر سارے جہاں کا غم ٹوٹ پڑا ہے اور وہ کبھی اُس سے چھٹکارا نہ پا سکے گا۔

کتنا دردناک تھا یہ منظر! جب دو دل ٹوٹ گئے تھے اور کسی نے آواز تک نہ سُنی تھی۔ دو انسانوں نے زندگی کی جیتی بازی ہار دی تھی اور کوئی اُف تک نہ کر سکا تھا۔

میرا دل چاہا کہ زور زور سے چیخنے لگوں۔ سب کو اکٹھا کروں اور رو رو کر بھیک مانگوں کہ ان کا سب کچھ لے لو مگر انہیں ایک دوسرے سے جُدا نہ کرو۔ چند لمحے انہیں بھی دنیا میں ہنس بول لینے دو۔

مگر میں کچھ نہ کہہ سکی اور اُس دن کا سورج اِن دونوں معصوموں کے غم سے بوجھل افق کی پنہائیوں میں ڈوب گیا۔

نیرو میری جان،

اس وقت جبکہ میں یہ سب کچھ لکھ رہی ہوں تو میرے سامنے دستی پر وہی چوڑیاں پھیلی ہوئی ہیں جنہیں بڑے ارمانوں سے کسی نے کسی کی کلائی سجانے کو دیا تھا۔ مگر اب ان کی کھنک مر چکی ہے۔ یہ کانچ کے ٹکڑے، جن میں کسی نے اپنے دل کی دھڑکنیں سمو دی تھیں، سوچتی ہوں اگر بمل کے پاس پہنچ گئے تو کہیں اِن بے جان ٹکڑوں کے ساتھ کسی اور کی جان پر نہ بن جائے۔

نہیں نیرو، کوئی کچھ بھی کہے، میں انہیں بمل کو نہ دوں گی۔

(ارچنا، مجھے معاف کرنا۔ میں تمہاری امانت اُس کے حق دار تک نہ پہنچا سکی مگر میری پیاری سہیلی، سچ جانو، میں نے یہ اُسی کی جان بچانے کے لیے کیا ہے، جو تمہیں سب سے زیادہ عزیز ہے)

کیوں نیرو یہ میں نے ٹھیک کیا نا۔۔۔؟

جلدی لکھو، ورنہ جانے کب تک میری روح جہنموں کی آگ میں جھلستی رہے گی۔

تمہاری اپنی

شمو

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

لکشمن پور

۱۵ر دسمبر

مجتبی۔

خلوص۔

خط تو ملے ہی تھے آج تار بھی مل گیا۔

آپ میرے بغیر "کہانی نمبر" نہیں چھاپیں گے ـــــ یہ محض آپ کی محبّت اور قدردانی ہے۔ ورنہ میں کیا، میری کہانیاں کیا۔

یقین مانیے جب آپ کا پہلا خط ملا تھا تب ہی سوچتا تھا کہ کچھ لکھ بھیجوں ـــــ مگر کیا لکھوں۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اور کوئی ہوتا تو شاید اپنے کسی مطبوعہ افسانے کو نقل کرنے کی اجازت دے دیتا۔ مگر یہاں معاملہ آپ کا تھا۔ اس لیے پلاٹ کی کھوج میں وہ کون سی جگہ اور واقعہ ہوگا جہاں ذہن کو نہ دوڑایا ہو۔ لیکن بُرا ہو اِس دَور کا جس میں بلاؤں کے نزول کے علاوہ اور کچھ بچا ہی نہیں ہے۔ نتیجہ مایوسی کے سوا اور کچھ نہ نکلا۔

آپ خط پر خط لکھتے رہے اور میں صفحے پر صفحے پھاڑتا رہا۔

آج آپ کا تار ملا اور یقیناً یہ پڑھ کر آپ تعجب کریں گے کہ اسی تار کے ساتھ ایک اچھوتا پلاٹ مل گیا۔ نہ جانے کون سا "الہامی اثر" تھا اس تار میں کہ گھر بیٹھے مجھے میری کہانی کے لیے مسالہ مل گیا اور شرمندگی کی رسوائی سے بچ گیا۔

میں نے سوچا کیوں نہ اپنے پڑوسی پر ایک کہانی لکھوں۔

بیچارہ کشن گڑھ سے نئی نئی دلہن بیاہ کر لایا ہے۔ یہی کوئی تین ہفتے ہوتے ہوں گے۔ سوہن اُس کا نام ہے۔ کبھی اُس کی خاندانی حویلی کے سامنے ہاتھی جھولا کرتے تھے، کیا شان تھی، کیا آن بان تھی۔ مگر اب وہی شاندار حویلی ایک عظیم کھنڈر کی شکل اختیار کیے اپنے مکینوں کے شان دار ماضی کی یاد میں آنسو بہارہی ہے ـــــ رائے زادہ صاحب نے اپنی "رائے بہادرانہ" شان قائم رکھنے کی ضد میں خود کو اور اپنے خاندان والوں کو کہیں کا نہیں رکھا۔

جب سوہن نے اپنی دلہن کو یہاں اتارا تو انعام مانگنے والوں کی بھیڑ لگ گئی۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ رائے زادہ صاحب کی حویلی سے کوئی خالی ہاتھ لوٹتا۔ بُرے وقت میں حویلی ہی کام آئی اور اُسے رہن رکھ کے سب کے منہ دیسی گھی کے لڈوؤں سے بھر دیئے گئے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہفتہ ڈیڑھ ہفتے کے بعد جب شادی کا ہنگامہ چھٹا تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہوا۔ دلہن ایک تو یوں ہی چُپ چُپ، سہمی سہمی سی آئی تھی ۔ اِس اجاڑ حالت کو دیکھ کر بالکل ہی بے دَم ہو گئی ـــــ اِدھر سوہن کی یہ حالت کہ بات بات میں کاٹنے کو دوڑتا ۔ سب بڑے تھے، غصہ اتارتا تو کس پر ؟ ـــــ بس نئی دلہن تھی اور سوہن کا چڑچڑا پن ۔ بات بات پر الجھنا، سیدھے منہ بات نہ کرنا اُس کا معمول بن گیا تھا ۔ بعض اوقات تو وہ اتنی زور سے چیختا کہ اُس کی آواز ہمارے کانوں میں زہر گھولنے لگتی ۔

آج صبح ۔یہی تمہارے تار کے آنے سے آدھ گھنٹہ پہلے ۔میں نے دیکھا کہ حویلی کی ڈیوڑھی پر تانگہ کھڑا ہوا ہے اور اُس میں کسی کا سامان رکھا جا رہا ہے ۔ بعد میں پتہ چلا کہ سوہن اپنی بیوی کو لے کر کسی ریاست میں نوکری کرنے جا رہا ہے ۔

سُنا ہے کہ رات کو باپ بیٹے میں سخت جھگڑا ہوا تھا ۔

بیٹا مُصر تھا کہ حویلی بیچ دی جائے اور اس پیسے سے کوئی دھندا کیا جائے ۔سود کے بوجھ تلے دبی اس حویلی کو ایک دن یوں بھی جانا ہے تو آج ہی کیوں نہ اسے فروخت کر دیا جائے ۔ مگر رائے زادہ صاحب بار بار اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے اور کہتے تھے کہ کہیں ایسا ہوا ہے کہ باپ دادا کی آخری نشانی کسی نے اپنے سے جدا کی ہو ۔ مر جاؤں گا مگر حویلی کا سودا نہ ہونے دوں گا ۔

بیٹے نے کہا : " اگر نشانی اتنی ہی عزیز تھی تو رہن کیوں رکھی ؟"

یہ سُن کر رائے زادہ صاحب غصہ سے کانپنے لگے ۔

" سب تیری خاطر ہوا ۔تیری اور اپنے خاندان کی عزت بچانے کے لیے سینے پر پتھر رکھا ۔ اور اب تو ہی طعنہ دے رہا ہے ۔"

بات بڑھی اور سوہن نے صاف کہہ دیا کہ اگر ایسا ہی ہے تو وہ صبح ہی یہاں سے اپنا منہ کالا کر لے گا ۔

اور وہ چلا گیا ـــــ ساتھ میں اپنی دلہن کو بھی لیتا گیا ۔

کہو کیسا پلاٹ رہے گا ؟

کچھ اپنی طرف سے جوڑ دیں گے اور پھر اس پوری کہانی کا سلسلہ سماجی نابرابری ، قدامت پسندی اور جھوٹی جاگیردارانہ نشانی اور ذہنیت سے ملا کر ایک نئی چیز بنا لیں گے ۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بس آج رات تک اس تانے بانے سے کہانی بُن کر کل تک تمہیں پوسٹ کر دوں گا۔
اب تو خوش ہو گئے۔

خلوص کار
ادیب لکشمن پوری

(پس نوشت)

کہنے کی بات تو نہیں مگر تم تو اپنے ہی ہو۔ تم سے کیا چھپاؤں۔ ایک کارِ خیر کے لیے کچھ رقم کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہانی بذریعہ وی پی ارسال کروں گا۔ امید ہے کوئی خیال نہ کرو گے اور اسے چھڑا کر کارِ خیر میں میرا ہاتھ بٹاؤ گے۔

ادیب

موضع سمرائی
ریاست سلطان آباد
۲ر مارچ

مسعود بھائی

آپ کے یہاں سے جانے کے بعد میں نے کتنے ہی خط ڈالے مگر آپ نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا ـــ کہاں تو آپ کہا کرتے تھے کہ میں تمہیں کبھی نہ بھولوں گا۔ تم مجھے یاد رہو گے۔ جب بھی خط لکھو گے فوراً جواب دوں گا ـــ کہاں یہ خاموشی!

سچ ہے مطلب نکلنے کے بعد کون کسی کو یاد رکھتا ہے۔ وہاں کالج میں دوسرے ساتھی مل گئے ہوں گے۔ اُن میں وقت گزر جاتا ہوگا۔ یہاں اکیلے تھے تو ایک بیوقوف کی ضرورت تھی، سو میں مل گیا تھا۔ خیر، مجھے اس کی کوئی شکایت نہیں۔ زمانہ ہی ایسا ہے۔

اب میں یہ آخری خط لکھ رہا ہوں۔ اگر آپ نے اس کا بھی جواب نہیں دیا تو سمجھ لیجیے کہ میں آپ سے کبھی ملا ہی نہ تھا۔

سچ کہتا ہوں مسعود بھائی، ان دنوں میری طبیعت سخت پریشان رہتی ہے۔ امتحان قریب ہے۔ مگر پڑھائی میں دل نہیں لگتا۔ رہی سہی جو کسر تھی وہ ہمارے نئے ماسٹر نے پوری کر دی۔ دو مہینے ہونے کو آتے ہیں جب وہ ہمارے اسکول میں آئے۔ مگر نہیں اس کی حسرت ہی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

رہی کہ کبھی انہیں اچھے موڈ میں دیکھتے ۔ غصہ تو ہر وقت ان کی ناک پر رکھا رہتا ہے۔ اس کے کان اینٹھ، اسے بنچ پر کھڑا کر، اس کے علاوہ انہیں اور کوئی کام ہی نہیں آتا۔ عجیب سنکی آدمی ہے۔

محلّہ میں کوئی بھی تو اُن سے خوش نہیں۔

اب کل ہی کی بات سُنئے۔ امّاں کے پاس بیٹھا میں پان کے لیے ضد کر رہا تھا کہ اتنے میں مہترانی آگئی۔ باتوں باتوں میں ماسٹر صاحب کا ذکر نکلا۔ بس نام منہ پر آنا شرط تھا کہ لگی اُنہیں کوسنے۔

امّاں سے بولی: "سچ کہتی ہوں بیا۔ کیا چاند سی بیوی دی ہے اللہ نے۔ مگر موا ناقدرا ہے۔ دن رات چھیدے ڈالتا ہے۔ بیچاری بے زبان مخلوق ہے۔ منہ سے کچھ بھی تو نہیں کہتی۔"

امّاں نے مجھے چڑایا: "سُنئے اپنے ماسٹر صاحب کے کرتوت!"

پھر مہترانی سے بولیں: "اری کوئی بات ہی ہوگی۔ جب ہی تو چھیدے ہے، ورنہ دماغ تھوڑی ہی پھر گیا ہے۔"

"بات کیا ہوگی" ــــ مہترانی دیدے مٹکاتے ہوئے بولی: "اے بیا! بات کیا ہونے لگی۔ آدمی ذرا شکّی ہے۔ ذرا جورو نے مانگ پٹی سنوار لی تو لگا جان کھانے کہ یہ سنگھار کس کے لیے ہے ــــ اے بیا! تم ہی بتاؤ۔ جوان جہان لونڈیا نے ذرا سی مانگ بنالی تو کہاں کا غضب ہوگیا۔ یہ تو وہی بات ہوئی شہر میں دھواں نہ کر و شہزادے کی آنکھیں دُکھتی ہیں۔"

میں نے اِسے نظر انداز کرتے ہوئے کہ اس مثال کی کیا تُک تھی، ماسٹر صاحب کی حمایت کرنا ضروری سمجھا:

"ارے بھئی جو بات میاں کو پسند نہ ہو، بیوی اُسے چھوڑ دے۔"

"واہ میاں واہ۔ یہ خوب رہی" ــــ اس بار مہترانی کے دیدوں کے ساتھ ہاتھ بھی مٹک رہا تھا۔

"خود مریں تو مریں، دوسرے سے کہیں تم بھی مرو۔ ابھی پچھلی جمعرات کی بات ہے، مجھے ماسٹرنی جی نے ذرا پان کیا کھلا دیا۔ گھر میں کہرام مچ گیا۔ بولے تم نے کمینوں کو سر پہ چڑھا رکھا ہے۔ لو اور لو۔ ہم غلاظت اٹھائیں تو کمین ہوگئے اور خود عورت ذات پر دھونس جمائیں پھر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بھی شریف کے شریف - اے واہ ری شرافت واہ "

مسعود بھائی !

اس ایک واقعہ سے اندازہ لگا لیجئے کہ ہمیں کس قسم کے ماسٹر کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ اب تو روز کوئی نہ کوئی بات کسی نہ کسی کے مُنہ سے ان کے بیوی پر توڑے مظالم کے بارے میں سننے میں آجاتی ہے —— مجھے تو ماسٹر صاحب سے نفرت ہو گئی ہے اور ان کے ہمارے کلاس میں ایک نہ دو پورے تین گھنٹے ہیں —— بتائیے نبھے تو کیسے نبھے ؟

آپ بھی سوچتے ہوں گے کہ کیسے جھکی سے پالا پڑ گیا۔ لیجئے اب خط ختم کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ میرے اس خط کا جواب ضرور دیں گے۔

آپ کے جواب کا منتظر

یوسف

کشن گڑھ

۱۷ر جولائی

شوبھا —— میری زندگی

تم نے وعدہ کیا تھا کہ کچھ بھی ہو آج تم مجھ سے ضرور ملوگی۔ لیکن صبح سے انتظار کرتے کرتے رات ختم ہونے کو آرہی ہے مگر تمہارا کوئی پتہ نہیں۔ تم ہی بتاؤ یہ انداز دلبری کیا ہے۔ کاش تم جانتیں کہ تمہارے انتظار میں ایک ایک لمحہ میرے لیے ایک ایک یگ کے برابر ہے۔ مگر تم کیا جانو، تم نے کبھی کاہے کو کسی کا انتظار کیا ہوگا۔

میرے دل کا ایک ایک ارمان مسکرا رہا تھا کہ تم آؤ گی، اپنے ساتھ بہاروں کے کارواں لاؤ گی۔ میں ان بہاروں میں سدا کے لیے کھو جاؤں گا اور سب سے کہہ دوں گا کہ مجھے اِس خواب سے مت جگاؤ، اگر یہ خواب ٹوٹا تو میری زندگی کے باغ میں کھِلے تمام پھول مرجھا جائیں گے۔ میں کہیں کا نہ رہوں گا۔

مگر تمہیں نہ آنا تھا، نہ آئیں۔

دن بھر شیمی نے کیسا کیسا چڑایا ہے۔ کبھی کہتی " بھائی جان ! سہیلی ہماری آرہی ہے آپ پر کیوں ڈورے پڑ رہے ہیں "

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar

Digitized By eGangotri

کبھی چڑاتی : " ایسی ہی فکر ہے تو خود جا کر لے کیوں نہیں آتے "!

کبھی ماں سے کہتی : " بھائی جان کی شادی کر ہی دیجئے ۔ بھلا پرائی بہو بیٹیوں پر نظر ڈالنا کوئی اچھی بات ہے ؟"

لو بھئی، اب تم ہمارے لیے پرائی بہو بیٹی ہو گئیں ۔ یہ شمی بھی بہت شریر ہے ۔ اگر صرف بہو کہہ دیتی تو اس کا کیا جاتا ۔ مگر اُسے تو مجھے ستانے میں مزا آتا ہے اور آتے کیوں نہیں آخر سہیلی کس کی ہے ؟

اچھا چھوڑو اِن باتوں کو ـــــ بتاؤ تم اب کب آ رہی ہو ؟ سمجھ لینا آج سے ہی میرا دل تمہارے قدموں کی چاپ کا منتظر ہے ۔ ایسا نہ ہو کہ تم اُسے روند ڈالو اور میں اُف بھی نہ کر سکوں ۔

میں جانتا ہوں یہ پڑھ کر تم ہنس رہی ہو گی اور دل ہی دل میں مجھے شاعر ہونے کا طعنہ دے کر کہہ رہی ہو گی کہ پھر میں نے شاعری شروع کر دی ۔

مگر شوبھا ـــــ ! یہ شاعری نہیں ہے ۔ میرے دل کی پکار ہے
ہاں ! تم لڑکیوں کا کیا بھروسہ ۔ کوئی جیئے یا مرے اُن کی بلا سے ۔ میرے دوست بمل کو ہی لے لو ۔ کتنا پیارا ساتھی تھا ۔ وہ جس کی بات بات میں قہقہوں کے طوفان جاگا کرتے تھے، جس کے ہر انداز پر کتنی ہی آنکھیں بچھ جانے کو تڑپا کرتی تھیں ۔ وہ یاروں کا یار آج پاگلوں کی طرح مارا مارا پھر رہا ہے ۔

تمہاری ہی ایک بہن تھی جس نے جنّت کا راستہ بتا کر اسے جہنّم میں ڈال دیا ۔ خود مزے سے عیش کرتی ہو گی ، اُسے معلوم بھی نہ ہو گا کہ کسی نے آرزوؤں کے تمام چراغ گُل کر دیے ہیں اور تمناؤں سے کہہ دیا ہے کہ اب کبھی اس کے دروازے پر دستک نہ دیں ۔

اُس کے جیون میں چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے ۔ گھور تاریکی ـــــ جہاں اپنا وجود بھی گم ہوتا دکھائی دے ۔ ایسی تاریکی میں بمل کے سامنے نیلوفر کا ایک چھوٹا سا پھول رکھا رہتا ہے جسے وہ پہروں دیکھا کرتا ہے ۔ پھول کا ڈنٹھل مرجھا چکا ہے ۔ پتّیاں سوکھ چکی ہیں ۔ پھر بھی وہ اس کی نظروں کا واحد مرکز ہے ۔

شوبھا !

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

تم نے سُنا ہو گا کہ سیاہ راتوں میں پچھلے پہر کالا ناگ اپنے منہ سے من نکالتا ہے،

Digitized By eGangotri

لیکن اُسے چھوڑ کر کہیں جاتا نہیں۔ اندھیرے میں یہ من شعلہ کی طرح چمکتا ہے۔ کہتے ہیں اس کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں۔ کتنوں نے اُسے حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ناگ کی پھنکار سے نہ بچ سکے۔

بمل کو یہ سوکھا ہوا پھول اتنا ہی عزیز ہے۔ شاید ناگ کا ڈسا ہوا ایک بار بچ جائے مگر بمل سے اس پھول کو جدا کرنے والا کبھی نہ بچ سکے گا۔

کتنی راتوں کو اس نے اپنے آنسوؤں سے اُسے پانی دیا ہے۔ کتنی گرم دوپہروں کو اپنی پیشانی سے بہتے پسینہ کی نمی اُسے پہنچائی ہے، اپنے خشک ہونٹ پہروں اُس پر رکھے وہ اُسے چومتا رہتا ہے۔ جیسے وہ اس بے جان پھول میں جان ڈال دینا چاہتا ہو مگر ڈال نہ پاتا ہو۔

جانتی ہو شوبھا، یہ پھول بمل کے پاس کہاں سے آیا تھا۔؟

یہ اُسے اپنی محبوبہ سے ملا تھا۔

جب بمل کی سال گرہ آئی تھی تو اُس کی محبوبہ نے اپنی ایک سہیلی کے ہاتھ اُسے پہنچایا تھا اور کہا تھا:

اُن سے کہہ دینا کہ اسے اپنے کوٹ کے کاج میں لگا لیں۔ یہ میرے دل کی دھڑکنوں کا پیغام اُن تک پہنچاتا رہے گا۔

مگر شوبھا!

سال گرہ کے ایک ہفتہ بعد ہی بمل نے دیکھا کہ اُس کی دُلہن کی ڈولی کوئی اور اُٹھائے لے جا رہا ہے۔ میرا دوست کچھ بھی نہ کر سکا۔ بس! ایک حسرت بھری نگاہ پھول پر ڈالی اور مرے ہوئے قدموں سے گھر لوٹ آیا۔

تب کا دن اور آج کا دن اُسے کسی نے ہنستے نہیں دیکھا۔

سوچتا ہوں کسی دن تم بھی مجھے یوں ہی نہ چھوڑ دو۔ بمل کے پاس جانے والے کی نشانی تو ہے، یہاں تو وہ بھی نہیں۔ میں تو بے موت مر جاؤں گا۔

جلدی بتاؤ اب کب مل رہی ہو؟

میں ابھی سے تمہاری زلفوں کو اپنے شانوں پر لہراتا محسوس کر رہا ہوں۔

صرف تمہارا ——— آنند

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

احمد نگر

۲۹ر اکتوبر

شمو ڈیر

ڈھیر سے پیار

بعض اوقات تو تمہاری حماقت پر سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے۔ میں تو سمجھتی تھی کہ تم سمجھ دار ہو گئی ہو۔ مگر اب پتہ چلا کہ وہ چوڑیوں والے معاملے میں بتائی گئی ساری ذہانت ہماری صحبت کا اثر تھی۔ جوں جوں دن گزرتے جا رہے ہیں وہ اثر ختم ہو رہا ہے۔ اب تم سے حماقتیں سرزد نہ ہوں گی تو اور کیا ہوگا۔

ہم قابل لوگوں کی بھی اس زمانہ میں بڑی مصیبت ہے۔ بھلا کس کس کو وقت دیں اور کہاں کہاں اپنی انرجی ویسٹ کریں۔ ذرا لفٹ دینا چھوڑا معاملہ بگڑنا شروع ہو گیا۔

اری بندی خدا! اتنا تو سوچا ہوتا کہ تو ارچنا کو کیا لکھ رہی ہے۔ وہ تیرے لکھے کو سہن بھی کر سکے گی یا نہیں؟ — نہ جانے کتنے جتن کر کے اس نے بمل کی یادوں کو اپنے دل کے نہاں خانے سے نکالا ہوگا، مگر آپ چلیں تو ایک ہی گھاؤ میں اُس کے تمام زخم ہرے کر دیے۔

تم ہی بتاؤ جب ارچنا نے بمل کی تباہی کی داستان پڑھی ہوگی تو اُس معصوم سی گڑیا پر کیا قیامت نہ ٹوٹی ہوگی۔ جب وہ اپنے پریمی کی اُجاڑ حالت کے بارے میں سوچتی ہوگی تو اُس کے جی پر کیا نہ بنتی ہوگی — کاش تم نے یہ سب کچھ لکھنے سے پہلے سوچا ہوتا۔

جب سے تمہارا خط ملا ہے میرا دل بُری طرح گھبرا رہا ہے — آگ کریدی گئی ہے۔ دبی ہوئی چنگاریوں کو ہوا کے تیز و تند جھونکے اپنے بازوؤں پر اٹھا کر جانے کہاں اچھال دیں،

اگر انہوں نے کسی کے ٹوٹے پھوٹے حسرت کدے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو کیا ہوگا — میری شمو! یہ تم نے کیا کیا؟

تمہاری

نیلو

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

موضع سمرائی

۱۲ ر نومبر

پوجیہ باباجی ــــ نمستے

بعد پرنام کے عرض ہے کہ پچھلے دنوں میں نے آپ کو جس لڑکی کے بارے میں لکھا تھا وہ اب پوری طرح میرے قابو میں آگئی ہے۔ بھگوان نے چاہا تو دو ایک دن میں وہ آپ کے چرنوں میں ہوگی۔

لڑکی دیکھ کر آپ خوش نہ ہو جائیں تو میرا ذمّہ۔

لیکن باباجی! لڑکی نئی ہے اس لیے آسانی سے مانے گی۔ پھر بھی آپ کسی اچھے سے گاہک کا بندوبست کر رکھیں۔ کسی نہ کسی طرح اس پری کو شیشے میں اُتار لیں گے۔

میں نے آپ کا پریچے اس لڑکی سے ایک دھرماتما کی حیثیت سے کرایا ہے۔ بس تب سے پیچھے پڑی ہے کہ میں اُسے آپ سے ملا دوں۔

(یہ سب میں آپ کو اس لیے لکھ رہا ہوں کہ آپ ہر بات سے اچھی طرح واقف ہو جائیں ورنہ کہیں معاملہ بیچ میں بگڑ گیا تو سب کیے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔)

اچھا تو پورا واقعہ سُنیے:

آپ جانتے ہیں اپنا کام تو پھیری لگانا ہے۔ کاندھے پر لٹکتی جھولی، سر پر پیٹی اور اس میں بھرا ہوا بناؤ سنگھار کا پورا سامان ــــ پھر بھلا اپنی آؤ بھگت کیوں نہ ہو۔ جس راستے سے آواز لگاتے نکل جائیں، دروازے کھلنا بند ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

"اے پھیری والے اِدھر آنا"

"او بُندے والے"

"ارے او مہندی والے بھیّا"

بس جس چیز کی ضرورت ہوئی اُس نے وہی نام دیا اور ہم پہنچ گئے۔ دھندا جو ٹھہرا ــــ اب اس میں تاک جھانک ہو جائے تو کون دیکھتا ہے۔

گوری، کالی، بنی سنوری، بھدّی موٹی، بوڑھی جوان ہر قسم کی عورتیں روز نظروں کے سامنے گھوما کرتی ہیں۔ کتنی ہی ان میں مستقل گاہک بن جاتی ہیں اور اکثر وہاں اپنی خاطر مدارات بھی خوب ہوتی ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

دن کا وہ وقت، جبکہ قریب قریب سب کے گھر والے اپنے دھندے پر گئے ہوئے ہوتے ہیں، اپنی پھیری کا ہے۔ اس لیے بڑے مزے میں خوب گاڑھی چھنتی ہے۔

لیکن بابا جی! اس پورے قصبے میں ایک گھر ایسا بھی تھا جس کے دروازے کی دراڑوں میں سے کبھی کوئی آنکھ نہیں چمکی ـــــ دروازہ ایسے بند رہتا جیسے کھلنا اس کی قسمت میں نہیں۔

شروع شروع میں یہ سمجھا کہ نئے نئے لوگ ہیں، جس دن غرض پڑے گی آپ ہی چھتیس دفعہ آواز دے لیں گے۔ مگر دن پر دن گزرتے گئے اور کوئی آواز نہ آنا تھی نہ آئی۔

پتہ نہیں کیوں، مجھے ہر بار اُس گھر کے سامنے سے گزرتے ہوئے یہ جان پڑتا کہ یہ لوگ جان بوجھ کر میرا اپمان کر رہے ہیں۔

جب بھی اس محلّے میں پھیری لگاتا اس گھر کے قریب سے ضرور گزرتا۔ آپ ہی آپ دروازے کے نزدیک پہنچ کر میری آواز تیز ہو جاتی مگر جب کوئی سنوائی نہ ہوئی تو مجھے ایسا لگتا جیسے کسی نے میری التجا کے جواب میں اپنے پان کی ساری پیک میرے منہ پر دے ماری ہو۔ اور میں تلملا کر وہاں سے گزر جاتا۔

ایک دن، یہی آج سے دو مہینے پہلے کی بات ہے ـــــ مجھے دروازے کی اوٹ میں کوئی کھڑا نظر آیا۔

میرے قدم ہلکے ہو گئے۔

"اے پھیری والے بھیّا ذرا رُکنا"

کوئی مجھے روک رہا تھا۔

میں جلدی سے دروازے کے نزدیک آ گیا۔

"کیا چاہیے بی بی جی؟"

"دھانی چوڑیاں ہیں ـــــ؟"

آواز میں گیتوں جیسا اثر تھا۔

میں نے باریک دھانی چوڑیوں کا گچھا اُس کے سامنے کر دیا۔

"لائیے پہنا دوں"

"نہیں! مجھے اس میں سے آٹھ چوڑیاں نکال دو"

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اوٹ سے ایک پیارا سا ہاتھ باہر نکلا۔
میں نے چوڑیاں ہتھیلی پر رکھ دیں۔
"کتنے پیسے ہوئے؟"
ہاتھ اندر چلا گیا۔
"ایک روپیہ"
"اچھا ــــ"
ایک پانچ کا نوٹ لیے وہی ہاتھ پھر سامنے تھا۔
میں نے کنکھیوں سے اندر دیکھا۔
ایک جوان، من موہنی اٹھارہ بیس سال کی لڑکی جس کے حُسن کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔
اُس کے چہرے پر عجیب قسم کی اداسی رینگ رہی تھی، جس نے اسے اور پیارا بنا دیا تھا۔
میں نے ایک اور ملاقات کے لیے بہانہ کھوج لیا۔
"جی، چھٹے نہیں ہوں گے ــــ پھر دے دیجئے گا۔"
"آئیں ــــ" وہ چونک گئی
میں پیٹی بند کرنے لگا۔
"کل اسی وقت آؤں گا۔"
میں اٹھ کھڑا ہوا۔
"آں ــــ"
مجھے ایسا لگا جیسے وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو مگر کہہ نہ پا رہی ہو۔
"کوئی کام ہے بی بی جی ــــ؟"
"وہ دیکھو۔ مجھے اپنے گھر خط لکھنا تھا۔ کیا کل ..... تم ایک لفافہ لیتے آؤ گے ــــ؟"
میں نے دوسرے دن اُسے لفافہ لا کر دے دیا۔
وہ دوڑی دوڑی اندر گئی اور لفافے میں چٹھی رکھی (جو شاید اُس نے پہلے سے ہی لکھ چھوڑی تھی) اور پتہ لکھ کر لے آئی۔
"تکلیف تو ہو گی بھیّا۔ اسے ذرا ڈال بھی دینا۔"
CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.
میرا بس چلتا تو ساری عمر اُس کی انگلیاں دیکھا کرتا۔

Digitized By eGangotri

باباجی ! میں نے اُس کی چٹھی ڈاک کے ڈبے میں نہیں ڈالی بلکہ گھر آکر اسے کھول کر پڑھا۔

اس چٹھی سے مجھے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں اور تب ہی نہ جانے کیوں مجھے آپ کا خیال آگیا ـــــ اپنے پیارے باباجی کا !

یہ چٹھی اُس نے اپنی ایک سہیلی کو لکھی تھی ـــــ اس میں اپنے میاں کے مظالم کا رونا رویا تھا۔ اور پھر نہ جانے کس کے بارے میں گول مول سا پوچھا تھا۔ مجھے دکھتا ہے وہاں پہلے سے اُس کا کوئی چاہنے والا موجود ہے۔ شاید اسی کے بارے میں لکھا تھا۔ چٹھی میں میرا بھی ذکر تھا۔ اب مجھے پتہ چلا کہ مجھ سے چوڑیاں خریدنا صرف بہانہ تھا۔ اصل کام لفافہ منگانا تھا۔

دو دن بعد میں پھر اُس کے گھر کے سامنے رُک گیا۔

میری آواز سنتے ہی وہ دوڑی دوڑی دروازے پر آگئی۔

" پانی پلادو بی بی جی ـــــ بڑی گرمی ہے "۔

وہ لپک کر کٹورے میں پانی انڈیل لائی۔

میں نے چٹھی ڈال دی تھی۔ میرے لائق کوئی اور سیوا ؟"

" شکریہ "

پھر میں ہر چوتھے پانچویں دن اُس کے یہاں جانے لگا۔

وہاں پہنچ کر مجھے پیاس لگ اٹھتی ، پانی آجاتا اور میں جان بوجھ کر اس کی ملائم انگلیوں سے اپنی بھدی انگلیوں کو چھو دیتا۔

اُس نے دو چٹھیاں مجھے اور پوسٹ کرنے کے لیے دیں۔ وہ بھی میں نے کھول کر پڑھیں۔ سب میں ایک ہی دکھڑا تھا۔ اس بیچ اُس نے ایک چٹھی اپنی ماں کو بھی لکھی۔ اس چٹھی میں اُس نے لکھا تھا کہ یہ ابھاگا جیون اُس سے بتایا نہیں جاتا۔ کاش وہ مر سکتی۔

اِس چٹھی کو پڑھ کر اس کی ماں کی ممتا جاگ اٹھی اور وہ بھاگی بھاگی یہاں پہنچ گئی۔

ماں کے آنے پر وہ خوب پھوٹ پھوٹ کر روئی۔ ایسا لگا جیسے وہ غموں کے پہاڑ تلے دبی ہوئی ہو۔ نکلنا چاہتی ہو پر نکل نہ پا رہی ہو۔ اپنی مدد کے لیے چیخ رہی ہو لیکن کوئی اس کی مدد نہ کر پا رہا ہو۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

چند دن ٹھہر کر اس کی ماں اپنے گھر چلی گئی۔ بھلا بیٹی کی ڈیوڑھی پر کوئی کب تک

Digitized By eGangotri

پڑا رہے!

بابا جی! پرسوں اُس نے مجھے بُلایا۔

وہ بہت نڈھال تھی۔ رنگ بالکل زرد پڑ گیا تھا۔ جیسے کسی نے اس کی رگوں سے سارا خون نچوڑ لیا ہو۔

بڑی دیر تک وہ چپ چاپ رہی۔ اس کے ہونٹ پھڑ پھڑاتے رہے۔ آخر بڑی دیر کے بعد اُس نے مجھ سے جو کچھ کہا، میں سن کر گھبرا گیا ـــــ وہ افیون کا پوچھ رہی تھی!

"ہمّت سے کام لو بی بی جی ـــ اپنی زندگی سے کوئی ایسا کھیل تھوڑی کھیلنا ہے۔" میں نے اس کی ڈھارس بندھائی۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

ہمدردی کے چند بولوں نے غیریت کے سارے پردے اٹھا دیئے۔ اُس نے سب کچھ مجھے بتا دیا۔ کیسے اُس کی شادی ہوئی۔ کون سا ظلم ہوگا جو اس کے میاں نے روا نہ رکھا ہو۔ لیکن آج اس کی وجہ سے کسی اور کی جان پر بن آئی ہے۔ اور مجبوری کی انتہا یہ ہے کہ وہ اتنی دور بیٹھی کچھ نہیں کر سکتی۔

اس سے اچھا موقع کب ملتا۔ میں نے تب ہی بابا جی، آپ کی کرامات گنانا شروع کر دیں۔ آپ کیا نہیں کر سکتے۔ کتنی اجڑی زندگیوں کو آپ نے بنایا ہے۔ کتنے بچھڑوں کو ملایا ہے اور کتنے لوگ ہیں جن کے غم آپ کے چرنوں کو چھوتے ہی دور ہو گئے ہیں۔

وہ آپ کی کرامات کو مان گئی ہے۔ وہ میرے پیچھے پڑی ہے کہ کیسے ہی ہو، میں اسے آپ کے پوِتر چرنوں میں پہنچا دوں۔ آپ اُس کے پریمی کی جان کو بچائیں گے، اس کے دُکھوں کو سُکھ میں بدل دیں گے ـــ من ہی من میں اس نے آپ کو دیوتا سمان مان رکھا ہے۔ اسے یقین ہے کہ آپ کے جس دوار سے آج تک کوئی بھکاری خالی جھولی نہیں لوٹا ہے، وہاں پہنچ کر اُس کے دکھوں کا بھی انت ہو جائے گا۔

عن قریب وہ آپ کی ٹاٹ والی کٹیا میں ہوگی۔ اُس کا پتی اپنے اسکول کے لڑکوں کو لے کر دو دن کے لیے شرم دان کرانے دوسرے گاؤں جانے والا ہے۔

امید ہے کہ آپ سارا انتظام کر رکھیں گے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

کتنے پاپڑ بیلنے پر تو یہ مال ہاتھ لگا ہے، ہم نہال نہ ہو جائیں تو میرا ذمّہ! آپکا سیوک ـ بھولا

Digitized By eGangotri

بخدمت شریف جناب سرکل انسپکٹر صاحب سلطان آباد

بسلسلہ فراری مسماۃ ارچنا زوجہ سوہن لال رائے زادہ ماسٹر مڈل اسکول سمرائی

حضور والا

بعد آداب فدویانہ عرض ہے کہ مسماۃ ارچنا جو کہ یہاں کے مڈل اسکول کے ایک ماسٹر شری سوہن لال رائے زادہ کی بیوی ہے گزشتہ کل سے فرار ہے۔ مسماۃ کا حلیہ حسب ذیل ہے (درمیانہ قد۔ گورا رنگ۔ کتابی چہرا۔ ستواں ناک۔ بڑی آنکھیں اور ٹھوڑی پر چھوٹا سا تل۔)

اس سلسلے میں تحقیقات کرنے پر پتہ چلا کہ کل دن میں بھولا نامی ایک پھیری والا شری سوہن لال رائے زادہ کے گھر کے آس پاس دو تین دفعہ گھومتا پھرتا دیکھا گیا۔

مناسب تفتیش کے لیے تفصیلی مثل حضور اقدس کی خدمت میں بمسلک ہذا پیش ہے۔ فقط

مورخہ ۲ر دسمبر

خدمت گزار

رحیم بخش

داروغہ موضع سمرائی

دفتر سوشل ویلفیئر بورڈ

نئی دہلی

۱۵ر دسمبر

جناب پنالال ہیرامٹھ جی۔ تسلیم

ابھی ابھی میں نے تمہارے یہاں کے اخبار "افکار" میں ایک خبر پڑھی ہے۔ مجھے اسے پڑھ کر جتنا دکھ ہوا وہ میں لکھ نہیں پا رہی ہوں۔ پوتر استھانوں کی آڑ میں معصوم ابلاؤں کی عزت اس وحشیانہ طریقے پر لوٹی جاتی رہے گی اور ہمارے دیش کے سیوک چپ چاپ کائرتا کے ساتھ دیکھتے رہیں گے۔؟ اسے سوچ کر میرا من ڈوبا جا رہا ہے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

جیسا کچھ بھی ہو فوراً پورے واقعے سے مطلع کرو۔
اگر اس مرحلہ پر اِن گھٹناؤں کو نہیں روکا گیا تو ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔
آزاد بھارت کے ماتھے پر لگا یہ کلنک کبھی نہ دُھل سکے گا۔
نوٹ:۔ اخبار ۱۳ تاریخ کا ہے

دستخط
صدر سوشل ویلفیر بورڈ
نئی دہلی

سلطان آباد
۱۸ر دسمبر

صدر صاحبہ سوشل ویلفیر بورڈ کے نام

محترمہ —— جے ہند

موصوفہ نے "افکار" روزنامہ میں شائع شدہ اغوا و عصمت دری کی جس خبر کی طرف مجھے رجوع کرتے ہوئے تفصیلی رپورٹ کے بارے میں تحریر کیا تھا۔ وہ پولیس چالان، اخباری اطلاعات اور مظلوم لڑکی کے بیان کے روپ میں پیشِ خدمت ہے۔

"لڑکی کا نام ارچنا ہے۔ اُس کے شوہر کا نام سوہن لال رائے زادہ ہے اور وہ ریاست سلطان آباد کے موضع سرائے میں اسکول ماسٹر ہے۔
لڑکی یکم دسمبر کو گھر سے فرار ہوئی تھی۔
وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اُس کا شوہر اُسے بے حد تکلیف دیتا تھا اور آخر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اُسے اپنے گھر سے فرار ہونا پڑا۔
پولیس چالان میں کہا گیا ہے کہ وہ بھولا نامی پھیری والے کے ذریعہ ٹاٹ والے بابا کے پاس منڈی سیہور لائی گئی۔ یہاں تین دن تک رہی۔ ان تین دنوں میں اس نام نہاد ٹاٹ والے بابا کے یہاں جو سلوک اُس کے ساتھ روا رکھا گیا وہ بڑا دل ہلا دینے والا ہے۔
چوتھے دن ٹاٹ والے بابا کے یہاں سے کسی عورت کی دردناک چیخیں سُن کر محلّے کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کچھ لوگ بابا کے پاس پہنچے۔ جنہیں اس پاکھنڈی نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اس کی ایک چیلی پر دیوی کا سایہ ہو گیا ہے، اس لیے وہ چیخ پکار کر رہی ہے اور وہ اسے کچھ دیر میں ٹھیک کر لے گا۔

مگر چیخیں لمحہ بہ لمحہ تیز سے تیز تر ہوتی گئیں اور آخر ایک شخص کو دال میں کچھ کالا نظر آیا اور وہ پولیس بلا لایا۔

پولیس نے جس وقت لڑکی کو بابا کی سرائے کی ایک اندرونی کُٹیا میں سے برآمد کیا ہے اُس کے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے اور اُن پر خون کے دھبے تھے۔ لڑکی کے جسم پر بھی کئی جگہ خراشیں اور نیل تھے اور وہ بُری طرح رو رہی تھی۔

لڑکی نے پولیس کو بیان دیتے ہوئے بتایا کہ وہ چار دن سے یہاں قید ہے جس وقت بھولا اُسے یہاں لایا تو اُس کے من میں بابا کے لیے بڑی شردھا تھی۔ اُس سے بھولا نے کہا تھا کہ بابا بڑے پہنچے ہوئے بزرگ ہیں اور انہوں نے اپنے منتروں کے جاپ اور پوجا سے کتنوں ہی کا بھلا کیا ہے۔ آج تک ان کی چوکھٹ سے کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹا ہے۔ بھولا نے اسے یہ بھی جھانسا دیا تھا کہ وہ دوپہر کو بابا کے یہاں پہنچ کر رات تک گھر واپس آجائیں گے۔ اُس کا کام بھی ہو جائے گا اور کسی کو کانوں کان پتہ نہ چلے گا۔ اس وقت اُس کا شوہر سوہن لال دو دن کے لیے موضع سے باہر گیا ہوا تھا۔

لڑکی نے آگے چل کر بیان میں لکھا ہے:

"جس سمے میں بابا کے پاس پہنچی تو اُن کا نورانی چہرا دیکھ کر مجھے وشواس ہو گیا کہ یہی چوکھٹ ہے جہاں سے میرے دکھوں کا انت ہو گا۔

بابا اس وقت گیان دھیان میں تھے۔ میں نے اُن کے چرنوں کو چھوا تو انہوں نے آنکھیں کھولیں اور میرے سر پر ہاتھ پھیر کر آشیرواد دی

بھولا نے مجھے دوسرے کمرے میں بیٹھنے کو کہا۔ اور بولا کہ بابا جب سمادھی پر سے اٹھیں گے تو تم ان کو اپنی بپتا سُنا دینا۔

یہ کہہ کر وہ مجھے دلاسہ دیتے ہوئے باہر چلا گیا۔

مجھے وہاں بیٹھے بیٹھے شام ہو گئی۔ میں بُری طرح گھبرا رہی تھی کہ رات تک گھر کیسے لوٹوں گا۔ بس ایک امید تھی جس کے سہارے وہاں بیٹھی بابا کا انتظار کرتی رہی۔ میں نے سوچا بابا آج میری جھولی سُکھ کے پھولوں سے بھر دیں گے۔ بل کے جیون کا گھور اندھیارا

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

چھٹ جائے گا اور میں ایسا جانوں گی جیسے مجھے اب کسی سے کچھ نہیں لینا ہے۔ میرا جیون سپھل ہو گیا ہے۔ (بل والا جملہ لڑکی نے لکھ کر کاٹ دیا تھا۔ بدقت تمام پڑھ پایا۔ یہ بمل کون تھا، باوجود کوشش کے اس کا پتہ نہ چل پایا)

ابھی میں ان ہی خوابوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ مجھے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

بابا اندر آئے

میں شردھا کے ساتھ اُن کے چرن چھونے کو اٹھی۔

بابا نے مجھ سے بیٹھنے کو کہا۔

اُن کے ہاتھ میں ایک چرو تھا۔ چرو انہوں نے میرے ہاتھ میں دیا۔ اُس میں دودھ تھا۔

"تو نے دوپہر سے کچھ نہیں کھایا ہے۔ اسے پی لے بیٹی!"

اُن کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔ اُن کے منہ سے کسی چیز کی بو آ رہی تھی۔ یہ بو دارو جیسی تھی۔ مگر میں تصوّر بھی نہیں کر سکتی تھی کہ بابا نے دارو پی ہوگی۔ میری شردھا اُن کے بارے میں کوئی غلط بات کیسے سوچ سکتی تھی۔!

میں نے چپکے سے دودھ پی لیا اور انہیں اپنی بپتا سنانے لگی۔

میں اُن کے چرنوں میں بیٹھی گردن جھکائے اپنی کہانی سنا رہی تھی۔ وہ سن رہے تھے۔ لیکن دھیرے دھیرے مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میرا دماغ چکرا رہا ہو، جیسے مجھے کسی چیز کا نشہ ہو رہا ہو۔ جیسے میرا سارا بدن ڈھیلا پڑ رہا ہو۔ یکایک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے بابا میرے بہت قریب آ گئے ہیں۔ پھر میں نے کانپتے ہوئے جسم کے ساتھ دیکھا کہ وہ مجھ پر جھک رہے ہیں ـــــ اُن کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں، اُن کا سانس بُری طرح پھول رہا تھا اور واقعی انہوں نے دارو پی ہوئی تھی۔

"بابا بھگوان کے لیے ـــــ"

میں اس سے زیادہ کچھ نہ بول سکی اور میری آنکھوں کے گرد اندھیرا چھانے لگا۔

مجھے جب ہوش آیا، اس سمے آدھی سے زیادہ رات بیت چکی تھی۔ میرے پہلو میں بابا کے خرّاٹے جاگ رہے تھے۔

مجھے سب کچھ یاد آ گیا۔ میں غصے میں اندھی ہو گئی۔ میں نے بابا کو نوچنا شروع کر دیا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ان کے لیے میری شردھا مرچکی تھی۔

ایک راکھشش میرے سامنے تھا، میں اُس کا خون پی لینا چاہتی تھی۔

بابا نے مجھے اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ میں پھر بے بس ہوگئی۔ وہ مجھے سمجھانے لگے کہ میں پاگل پن میں اپنا جیون برباد نہ کروں۔ جو ہونا تھا ہوچکا۔ میرا کام ضرور بنے گا۔ کہنے لگے: "قربانی دیئے بغیر کوئی امر ہوا ہے۔ تم نے بھی قربانی دی ہے بھگوان ضرور اس کا پھل دیں گے۔"

میرا بھگوان مرچکا تھا۔ میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میرے سامنے کوئی راستہ نہ تھا۔ میرا اپنا جیون اس کالی رات سے زیادہ اندھیرا ہوچکا تھا۔

دوسرے دن، میں دن کی روشنی نہ دے سکی۔

میری حالت کسی قیدی سے بدتر تھی۔

رات اپنے ساتھ ایک نیا مہمان لائی۔ میں خوب چیخی۔ خوب چلائی۔ مگر میری چیخیں بابا کے بھجن کیرتن کے شور میں دب گئیں۔ کوئی انہیں نہ سُن سکا۔ اور یہ رات بھی میرے ماتھے پر کالک پوت کر چلی گئی۔

کل کی رات پھر بابا کی سرخ خوفناک آنکھیں چمکیں اور اپنے پیچھے دو نئی آنکھوں کی چمک چھوڑ گئیں۔

سویرے میں نے سوچ لیا تھا کہ یا تو آج میں زندہ نہ رہوں گی یا اِس نرک سے خود کو آزاد کرالوں گی۔

آج مجھ میں جانے کہاں سے طاقت آگئی تھی۔ آج بابا کے ہاتھ کمزور پڑ گئے تھے۔ میں اپنے جی کے پورے زور سے چیخ رہی تھی۔ بابا مجھے مار رہا تھا۔ میرا منہ بند کرنا چاہتا تھا، میرا گلا دبا رہا تھا مگر اُس کا بس نہیں چل رہا تھا۔ اور پھر لوگ جمع ہوگئے۔ اور آخر پولیس نے مجھے اس جہنم سے نجات دلائی۔

مگر اب اس نجات کو پاکر میں کیا کروں گی۔ میرا سب کچھ اس دھرم استھان میں لُٹ چکا ہے۔ میں کہیں کی نہیں رہی ہوں۔"

محترمہ! اس بیان سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ آج بھی اس طرح دیا دھرم کی آڑ میں عورتوں کا بیوپار ہو رہا ہے۔ ہمارے سماج میں بڑھتی ہوئی بدچلنی کتنی تشویشناک بن گئی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہے۔ آئے دن اس قسم کے ہزاروں واقعات اپنی پوری سنسنی خیزی کے ساتھ اخبارات کی زینت بن رہے ہیں۔ جنسی انارکی کی انتہا ہو چکی ہے۔ اس پر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ ہمارا اینٹی کرپشن محکمہ چپ سادھے ہوئے ہے۔ سوشل کاموں کا ڈھنڈورا پیٹنے والے ادارے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے ہیں۔ پولیس میں ڈھیل پول مچی ہوئی ہے۔

اس سلسلے میں یہ لکھنا بھی ضروری ہے کہ بعد میں سرائے کی تلاشی لینے پر ٹاٹ والے بابا کے یہاں سے دو لڑکیاں اور برآمد ہوئیں۔ انہیں بھی اسی طرح بہلا پھسلا کر لایا گیا تھا۔ ان لڑکیوں نے اقرار کیا ہے کہ یہ نام نہاد دھرماتما اُن سے باقاعدہ دھندا کراتا تھا۔

شہر کے کچھ بااثر لوگ اس واقعہ کو دبانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پولیس بھی زیادہ سرگرم عمل دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ چناں چہ ٹاٹ والا بابا ابھی تک پکڑا نہیں جا سکا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ بھولا پھیری والے کو بھی کہیں لاپتہ کر دیا گیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد سوہن لال رائے زادہ بھی کسی نامعلوم مقام کو چل دیا ہے۔

لڑکی ارچنا آج مزید تحقیقات کے لیے سیہور لائی گئی ہے۔ اس کی نگرانی کے لیے تین پولیس مین بھی سلطان آباد سے ساتھ آئے ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ محترمہ ان لرزہ خیز واقعات کے انسداد کے لیے اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کریں گی اور فوری اقدام فرمائیں گی تاکہ ارچنا اور اس جیسی دوسری سیکڑوں بے بس و بے کس لڑکیوں کی داستانیں پھر کبھی نہ دہرائی جا سکیں۔ فقط

نیازمند
پنالال ہیرامٹھ
(سوشل ورکر)

نرسز کوارٹرز
سلطان آباد
۲۵ر دسمبر

جان ڈارلنگ

آج کی رات دل غمگیں پر کتنی بھاری ہے۔ مگر تم مجھ سے ہزاروں میل دور ہوائی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

جہازوں کے شور میں ڈوبے ہوئے ہو۔

میں اِس وقت اپنے کمرے میں بالکل اکیلی ہوں۔ میرے چاروں طرف ڈراؤنا سناٹا ہے۔ کمرے کے باہر بہت تیز ہوا چل رہی ہے۔ درختوں کے پتے ایک دوسرے سے ٹکرا کر شور پیدا کر رہے ہیں۔ سنّاٹے کا جگر چیرتی یہ آوازیں، مجھے ایسا لگ رہا ہے، جیسے یہ سب میرے غم میں شریک ہیں۔ جیسے یہ سب ارچنا کے سوگ میں نوحہ کر رہے ہیں، سسکیاں بھر رہے ہیں ـــــ بے چاری معصوم روح، جس کی زندگی کا چراغ ان ہاتھوں نے بجھا دیا جن کا کام ہی بجھتے دیپکوں کی لَو بڑھانا سمجھا جاتا ہے۔ وہ قانون کے محافظ کسی کی حفاظت تو کیا کرتے، اُلٹا انہوں نے کسی کی متاعِ حیات کو لوٹ لیا۔

جان! یہ کتنی دردناک کہانی ہے، جسے میں تمہیں سُنانا چاہتی ہوں۔

کاش تم میرے پاس ہوتے تو میں تمہارے سینے سے لگ جاتی تمہاری فراخ چھاتی میں اپنا منہ چھپا لیتی اور تم کو اپنے دل کا ایک ایک زخم دکھا دیتی۔

چار دن پہلے میری آنکھوں کے سامنے جو کچھ ہوا ہے اُس نے میرے وشواس کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔ ابھی تک میری نگاہوں میں لمبی یونانی وضع کی ناک والی معصوم گوری، چٹی لڑکی کی تصویر گھوم رہی ہے۔

کتنی بری حالت میں وہ ہسپتال لائی گئی تھی۔

وہ بے ہوش تھی اور خون میں لت پت۔

جانتے ہو؟ اُس کو اِس حالت پر پہنچانے والے وہ لوگ تھے جن کا فرض اس بڑے ملک میں لاقانونیت کو روکنا ہے، کمزوروں کو بالادستوں کے مظالم سے نجات دلانا ہے، لیکن وہ سب کچھ بھول گئے تھے۔ انہوں نے کسی کی کانچ کی، بنی ہوئی عزت کی مورتی کو چکنا چور کر دیا۔

ہاں جان!

وہ کسی کیس کی چھان بین کے لیے سیہور لائی گئی تھی۔ اُس ابھاگن کو تنہا پا کر اُس کے محافظ سپاہیوں نے اپنی ہوس کو پورا کیا اور اس کی رگوں سے زندگی کے خون کی ایک ایک بوند نچوڑ لی۔

وہ چلّاتی رہی کہ اسے چھوڑ دیا جائے مگر اس کی چیخیں اس کے گلے میں رندھ کر رہ گئیں۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کوئی دل نہیں پسیجا ، کہیں رحم نہیں جاگا ۔
جب وہ بڑی دیر بعد ہوش میں آئی تو اُس نے خود کو ایک انجان جگہ پایا ۔
اِن لوگوں نے اپنی ہوس کی تشنگی بجھانے کے بعد اُسے ایک دیہی بلاک کے ترقیاتی افسر کے ڈرائیور کو سونپ دیا ۔ وہ اسے سیہور سے ۱۶ میل دور کوٹری لے گیا ۔
یہاں اُس کا آقا منتظر تھا ۔
قومی ترقی کے کتنے ہی منصوبے ادھورے رہ جاتے اگر دھرم سنگھ کا ادھری آقا دسمبر کی سرد راتوں میں کسی گرم بدن کی گرمی نہ چرا لیتا ــــ اُس چور نے کسی کے جیون کا سارا تیل چرا کر اپنے شبستان میں چراغاں کر لیا ۔
ایک بار پھر پولیس نے اس لڑکی کو ڈھونڈ نکالا اور اسے سلطان آباد لے آئی ۔
آج سے چار دن پہلے کی بات ہے ــــ
اُس دن آپریشن تھیٹر میں میری ڈیوٹی تھی ۔
میں سفاکی اور درندگی کا جیتا جاگتا شکار دیکھ کر کانپ گئی ۔
میرے سامنے ایک لب دم لڑکی پڑی تھی ۔ جگہ جگہ سے اُس کا جسم چھلنی تھا ۔ بہت سا خون نکل جانے کی وجہ سے وہ ایک دم سفید نظر آرہی تھی ۔ معلوم ہوتا تھا جیسے زمین کی گندی مخلوق نے کسی فرشتے کو اس کی نیکی کی سزا میں مار ڈالا ہو ۔ اُس کے چہرے پر اتنا تقدس اور معصومیت تھی جو کنواری ماں کے چہرے کے علاوہ آج تک میں نے کہیں نہیں دیکھی ــــ
آپریشن تھیٹر میں موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی ۔ قبر کا سا سناٹا تھا ۔
معلوم دیتا تھا جیسے چند بے جان لاشیں کسی غیر مرئی معجزے کے سہارے اپنے بے جان پاؤں پر کھڑی ہیں ، یہ کبھی نہ بولیں گی ۔ کچھ نہ کہیں گی ، کچھ نہ سن سکیں گی ــــ جیسے کسی نے ان کی کہنے اور سننے کی طاقت سلب کر لی ہے ۔
بھلا یہ لاشیں کسی دوسری لاش کو زندگی کی سانسوں کی مہک کہاں سے بخش سکتی تھیں ۔
ڈاکٹروں کی کڑی محنت کے بعد لڑکی کے ہونٹ دھیرے دھیرے ہلتے ہوئے محسوس ہوئے ۔
ہم لوگوں کے چہروں پر تھوڑی دیر کو امید کی کرن ناچی ۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

شاید مردہ جی اُٹھے ؟

لڑکی نے بہت ہلکے ہلکے نیم خوابی کے انداز میں آنکھیں کھولیں۔ آس پاس دیکھا۔ ڈاکٹر کے ہاتھ میں انجکشن کی سرنج کانپی۔ اُس نے انجکشن لگانے کے لیے ارچنا کو سہارا دینا چاہا۔ لیکن ڈاکٹر نے جوں ہی اس کے بازو کو تھاما ایک کرب ناک چیخ سے آپریشن تھیٹر گونج اٹھا۔

"نہیں نہیں ـــــ اب نہیں ـــــ چھوڑ دو مجھے ـــــ اب تو چھوڑ ـــــ"

اور اس چیخ کے ساتھ ارچنا نے بھی دم توڑ دیا۔

میرا دماغ چکرانے لگا۔ مجھے نہیں معلوم پھر کیا ہوا ؟

میں وہاں سے بھاگ کر کوارٹر میں چلی آئی۔ میں بڑی دیر تک روتی رہی۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے میرا دم بھی گھٹ جائے گا۔ جیسے آج میری اپنی آتما بھی مر جائے گی۔

یہ چار دن میری زندگی کے سب سے اندوہناک دن تھے۔

آج شام مجھے تمہارے خوب صورت تحفوں کا پارسل ملا ہے۔ اس میں تمہارا ایک حسین فوٹو بھی ہے۔ وہ فوٹو اس سمے میرے سامنے ہے، میں چاہتی ہوں تم مجھے گلے سے لگا لو۔

مگر میرا درد یہ تصویر کیا جانے۔

خود میں نے تمہاری تصویر پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے ہیں !

مگر اس پر بھی میرے دل کی ویرانی نہیں جا رہی ہے ـــــ جیسے بھی بنے تم فوراً آجاؤ۔ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گی۔ میرے کانوں میں ابھی تک ارچنا کی چیخ گونج رہی ہے ـــــ اس ایک چیخ میں ظلم اور انیائے کی کتنی لمبی کہانی چھپی ہوئی ہے۔

جلد آجاؤ جان !

اور مجھے اپنے بازوؤں کی پناہ میں لے کر اپنے آغوش میں چھپا لو۔ ورنہ میری سانسوں کا دم گھٹ جائے گا، میں مر جاؤں گی جان !

تمہاری

روزی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بیوپاری چلے گئے

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب گردش انٹرمی جیٹ کے پہلے سال میں پڑھتا تھا ـــــ گھر کا امتحان، وہی جانے پہچانے لیکچرر، جانے پہچانے دوست! اس لیے عقل سے لے کر نقل تک تمام مراحل آسانی سے طے کیے جا سکتے تھے۔ اِس پر بھی بس نہ چلے تو ایک سفارش سو بگڑے کام بناتی ہے۔

ان سہولتوں کے ہوتے کسی خاص اہتمام یا اسٹڈی کی ضرورت نہیں تھی۔ دن بھر محل میں نجمی کے یہاں بیٹھے شطرنج یا تاش کھیلتے رہنا اُس کا معمول بن گیا تھا ـــــ بہت زیادہ طبیعت چاہی تو فلم دیکھ آئے اور بس ـــــ

یا پھر شطرنج اور تاش سے دل بھر جائے اور کوئی نئی فلم بھی دیکھنے کے لیے باقی نہ بچی ہو تو ادب سے لے کر بے ادبی تک گفتگو کے سیکڑوں موضوع تھے جن کے ہوتے وقت گزاری کے لیے کسی دوسری مصروفیت کا محتاج نہیں ہونا پڑتا۔

گردش کی زندگی ایک ہی رفتار سے بغیر اِدھر اُدھر مڑے اطمینان سے گزر رہی تھی کہ ایک روز اُسے ایک عجیب مسئلے سے دوچار ہونا پڑا۔

جس کمرے میں وہ اور نجمی بیٹھا کرتے تھے، اُس سے ملحقہ چند کمرے اور تھے جو آپس میں اس طرح ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے کہ اُنہیں مستقل ایک مکان کی حیثیت دے دی گئی تھی۔ اور اُن میں یا اُس مکان میں، نجمی کے والد نے کرایہ دار رکھ چھوڑے تھے۔

نجمی کی بیٹھک والے کمرے کے دو دروازے تھے ـــــ آمنے سامنے ـــــ ایک سے آنے جانے والوں کی آمد و رفت ہوتی تھی، دوسرا ہمیشہ بند رہتا ـــــ یہ دوسرا دروازہ بیٹھک سے ملحقہ مکان میں جانے والے راستے کی طرف کھلتا تھا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اس دروازے کو نہ صرف یہ کہ مستقل بند ہی رکھا جاتا بلکہ مزید احتیاط کی غرض سے پردہ بھی ڈال دیا گیا تھا۔

وہ عجیب مسئلہ جو یکایک گردش کی پُرسکون زندگی میں داخل ہوا وہ اِسی پردے والے دروازے کا رہینِ منّت تھا۔

ایک دن جب گردش ہاکی کھیل کر گراؤنڈ سے اپنے گھر لوٹا تو وہاں ایک بچّے کو اپنا منتظر پایا۔

اُس بچّے نے خاموشی کے ساتھ ایک لفافہ گردش کی طرف بڑھا دیا۔ گردش اُس بچّہ کو صورت سے جانتا تھا۔ وہ اسے اکثر محل میں نظر آتا تھا۔

گردش نے سمجھا نجمی نے کوئی پرچہ بھیجا ہوگا۔ اور وہ لفافے کو نیکر کی جیب میں ڈال کر اندر چلا آیا۔

رات کو جب وہ پڑھنے بیٹھا تو اُسے لفافے کا خیال آیا۔ اُس کا ہاتھ نیکر کی جیب کی طرف بڑھا۔

جلدی سے اُس نے لفافہ چاک کیا۔ خوشبو کا ایک تیز جھونکا گردش کے پورے وجود کو معطّر کر گیا۔

لیکن یہ خط نجمی کا تو نہ تھا ـــــ تحریر نسوانی تھی ـــــ کسی نے خوب صورتی سے پہلے کاغذ پر اپنے دلی جذبات کی خوشبو بکھیری تھی۔ لیکن عجیب ٹوٹے پھوٹے انداز میں، جیسے خط لکھنے کا پہلا موقع ہو ـــــ بے ہنگم جملے تھے۔ مگر ان میں کتنی یگانگت تھی، سچائی اور پیار تھا۔

وہ پڑھنے لگا:

اچھے گردش آداب

آپ کو تعجب ہوگا کہ میں کون ہوں۔ میرا نام شاہینہ ہے اور میں محل میں رہتی ہوں۔ ہم لوگ گوالیار کے رہنے والے ہیں۔ میں ایک روز نجمی بھائی کے یہاں گئی تھی تو میں نے آپ کو کمرے سے نکلتے دیکھا تھا۔ مجھے اُس دن آپ بہت اچھے لگے تھے اور میں آپ سے محبت کرنے لگی ہوں۔ میں نے نجمی بھائی کی بہن سے جو میری رازدار سہیلی ہے آپ کا ذکر کیا اور اُس نے اُن سے باتوں باتوں میں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

آپ کا نام پوچھ لیا۔ میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں ـــــ سچ میں آپ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ اور میں آپ کو روز اُس دروازے میں سے جھانکتی ہوں جس میں پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور روز آپ کا انتظار کرتی ہوں۔ جس دن آپ نہیں آتے، دل چاہتا ہے خودکشی کر لوں۔ آپ سوچتے ہوں گے کتنی بے حیا ہوں جو ایسی باتیں آپ کو لکھ رہی ہوں۔ لیکن میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ خدا کے لیے جواب ضرور دینا۔ نہیں تو میں اپنی جان دے دوں گی۔ آپ خدا کے لیے یہ پرچہ کسی کو نہ بتائیے گا۔ اور جواب ضرور اور جلدی دیجئے گا۔ دل میں تو لکھنے کو بہت ہے۔ لیکن آپ کو زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتی۔ دیکھئے آپ کے پاس یہ خط کس طرح پہنچتا ہے۔ کسی بچے کو بھیج دوں گی یہ خط دے کر آپ کے پاس۔ دیکھئے جواب ضرور ضرور دیجئے۔

آپ کی اور صرف آپ کی

شاہینہ

خط پڑھ کر گردش بڑی دیر تک الجھن میں مبتلا رہا۔ ایسا نہیں ہے کہ اُس تک اِس سے پہلے محبت کے پیام نہ آئے ہوں۔ اس معاملہ میں وہ بچپن سے ہی خوش قسمت تھا۔ لیکن اب تک معاملہ روبرو اور دوبدو رہا تھا ـــــ خط آنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ اُس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے سر اٹھا رہے تھے ـــــ کسی نے مذاق تو نہیں کیا ہے؟ مگر کوئی اس طرح کا مذاق کاہے کو کرنے لگا؟ ـــــ تو جواب لکھا جائے اس خط کا؟ خواہ مخواہ پتہ نہیں کیسی صورت شکل ہوگی؟ بھائی جواب تو ضرور دینا چاہیئے، وہ جیسا کہ اُس نے لکھا ہے اگر کچھ کر بیٹھی تو ـــــ؟ اِن لڑکیوں کا کیا ایکدم باؤلی ہوتی ہیں!

اُس رات گردش کو نیند نہیں آئی۔

دوسرے دن سویرے سے ہی وہ نجمی کے یہاں جا دھمکا۔ نجمی کہیں گیا ہوا تھا۔ وہ بیٹھک میں بیٹھ کر اُس کا انتظار کرنے لگا۔ غیر ارادی طور پر بار بار اُس کی نگاہیں اُس دروازے کی طرف اٹھتیں جس پر پردہ لٹکا ہوا تھا۔

پتہ نہیں کیسی ہوگی شاہینہ؟ پرچے سے تو ایسا لگتا ہے کہ خوب صورت ہوگی! کوئی بدصورت لڑکی اس پیارے انداز میں پرچہ لکھ ہی نہیں سکتی!

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

نہ جانے کب تک وہ اپنی سوچوں میں کھویا رہا کہ پردے کے پیچھے کچھ سرسراہٹ کے آثار نظر آئے۔

"کیا وہ ہوگی ؟"

"ہاں اُسے ہی ہونا چاہیئے۔ اور کوئی وہاں کیوں ہونے لگا ؟"

گردش کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔

اب کیا کیا جائے ؟

"شاہینہ ـــــ" بے خیالی میں اُس کی زبان سے نکلا

"جی ـــــ!"

آواز آئی۔ دبی دبی آہٹوں کے ساتھ۔

وہ دروازے کے بالکل نزدیک آگیا۔ پردہ سرکایا۔ دھیرے سے کُنڈی کو کھولا اور دھیمے سے دروازے کے پٹ کو اتنا کھولا کہ وہ بالکل مقابل کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

اُن کی سانس تیز چل رہی تھی۔ شاہینہ کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ گردش نے سر سے پیر تک شاہینہ کو دیکھا۔ اُس کی زندگی میں کئی لڑکیاں آئیں مگر یہ تو ان سب سے حسین تھی۔ بالکل اس اَن دیکھی شہزادی جیسی جس کی وہ خوابوں میں پرستش کیا کرتا تھا اور سوچا کرتا تھا کہ وہ ایک دن اُسے ملے گی ضرور !

اِس دھرتی پر لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں۔ مگر شاہینہ جیسی کتنی ہوں گی ؟

وہ واقعی بے حد حسین تھی۔ تاج محل پر چٹکی ہوئی چاندنی کی طرح ـــــ وہ اتنی ہی معصوم بھی تھی۔ گل شبو کے ساکت پودے کی طرح ـــــ اُسے پاکر گردش کے شاعر دل کو ایسا لگا جیسے اُس نے کسی سبک خرام دریا کی لہروں کے سنگیت کی لے کو پالیا ہو !

لیکن نغمہ خاموش تھا۔

گردش نے سکوت توڑا : "کل آپ نے مجھے ـــــ ؟"

شاہینہ کے چہرے پر شرم کی لالی دوڑ گئی۔ اُس کی نگاہیں جُھکی ہوئی تھیں۔ وہ اپنی انگلیوں سے دوپٹے کے پلّو میں بَل دے رہی تھی۔

"واقعی میں اتنا اچھا ہوں" ـــــ گردش کو احساسِ کمتری ہونے لگا۔ حالانکہ اس

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سے پہلے وہ خود کو بڑا گلفام سمجھتا تھا۔

شاہینہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

وہ گھبرا گیا۔

"ارے! آپ رو رہی ہیں ـــــ کیوں ـــــ رو کیوں رہی ہیں آپ؟ دیکھئے کوئی دیکھ لیگا تو؟ اور آپ کو تو خوش ہونا چاہیئے"۔ ـــــ وہ دلاسا دینے لگا۔

شاہینہ اب بھی چُپ تھی۔

اتنے میں کسی کے سیڑھیاں چڑھنے کی آہٹ سُنائی دی۔ ـــــ غالباً نجمی آرہا تھا۔ دونوں کی نظریں ایک بار پھر ملیں۔

"کل شام ـــــ یہیں ـــــ پانچ بجے ـــــ آؤ گی نا؟"

اور پھر ہلکے سے کنڈی لگا کر دروازے کے پردے کو برابر کر کے گردش صوفے پر آکر اس طرح بیٹھ گیا جیسے نہ یہاں سے اُٹھ کر کہیں گیا ہو اور نہ کہیں سے اُٹھ کر یہاں آیا ہو۔

وہ نجمی سے بڑی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ مگر شاہینہ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔

دوسرے دن گردش ہاکی کھیلنے نہیں گیا۔

اُسے معلوم تھا کہ اِس وقت نجمی محل میں نہیں ہوتا، وہ ٹیوشن پر جاتا ہے۔

نجمی کی غیر موجودگی میں بیٹھک کھول کر اکثر گردش وہاں بیٹھا کرتا تھا۔ اس لیے نجمی کے گھر والوں نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔

آج شاہینہ کے چہرے پر شاداب مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ سرخ گلاب کھل رہے تھے۔ گل شبو کا ساکت پودا لہرانے لگا تھا۔ جیسا ہوا کا کوئی خود سر جھونکا آیا ہو اور قریب لگے بید مجنوں کی ٹہنیوں نے اُس کا منہ چوم لیا ہو اور منہ چومنے کے اس طرب ناک احساس نے اُس کی روح کے انگ انگ میں ایک دلنواز نغمہ جگا دیا ہو۔ جیسے ایک انجانی خوشی، ایک نامعلوم کیف اُس کے پورے وجود کا اٹوٹ حصّہ بن گیا ہو۔

آج واقعی وہ بہت خوش تھی۔

بہت دیر تک دونوں ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔ طرح طرح کی باتیں۔ باتیں جن کا کوئی مقصد نہیں تھا، جن کے کوئی معنے نہیں تھے۔ لیکن دل چاہتا تھا کہ یہ کبھی ختم نہ ہوں۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

محل کی سنگین دیواروں کے بیچ محبت بھرے دل دھڑکتے رہے۔ وہ دونوں سرشار ہو گئے تھے، جھومنے لگے تھے، اَن اَن دیکھی بہاروں کے تصوّر میں جب کوئی سہرے کی لڑیوں کی اوٹ سے جھانکتا ہے۔ کھو گئے تھے اُس لازوال لمحے کے تصوّر میں جب کسی کی پیشانی پر افشاں کے ستارے چمکنے لگے ہیں، ماتھے پر جھومر لہرانے لگتا ہے۔

گردش کی زندگی میں کسی کو اس طرح ٹوٹ کر چاہنے کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس سے پہلے تو دوسرے اُسے چاہتے رہے تھے اور وہ اُن کا دل رکھنے کو ایسا ظاہر کرتا رہا تھا کہ وہ بھی انہیں چاہتا ہے —— اب اسے پتہ چلا کہ چاہنے اور چاہے جانے میں کتنا فرق ہے!

پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ وہ کسی لڑکی سے جدا ہو رہا ہو تو اسے اپنا دل ڈوبتا دکھائی دے۔ لیکن اب ایسا کیوں ہوتا تھا کہ جب لمحہ رخصت آتا ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بڑی دیر تک وہ کچھ ڈھونڈتے رہتے۔ اُن کی آنکھوں میں شبنمی قطرے کانپنے لگتے۔ کسی آنے والے کل کا ڈراؤنا ہیولا اُن کے تنفس کی رفتار کو تیز کر دیتا۔ ان کی روح اداسی کے جنگل میں بھٹکنے لگتی۔ شاہینہ کے رخساروں کے گلاب پژمردہ ہو جاتے۔

اسی طرح چار مہینے گزر گئے۔

یوں تو چار مہینوں کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں ہوتا پھر بھی گردش کو ایسا لگا جیسے چار پل میں گزر گیا ہو، مگر یہ چار پل کی محبت اسے چار صدیوں کی محبت سے بھی زیادہ زمانے کی محسوس ہوتی تھی

مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جب ہمارے سارے منصوبوں، سارے ارمان جو ہمارے ماضی کی مقدس امانت ہوتے ہیں اور جن سے ہمارے حال کی تقدیر وابستہ ہوتی ہے اور جو ہمارے مستقبل کا خواب ہوتے ہیں —— ایک پل میں ایسے ٹوٹتے ہیں جیسے ان کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ گردش اس سے بے خبر تھا کہ جس آزادی کی وہ خوشیاں منا رہا ہے وہ اُس کی معصوم محبت کے لیے کتنی مہنگی ثابت ہوگی۔ وہ تو خوش تھا کہ "شب تار غلامی کی سحر آپہنچی" اُسے کیا خبر تھی کہ یہ سحر شب گزیدہ ہے، یہ اجالا داغ داغ ہے!

اوپر کے طبقے کے ہندوؤں اور مسلمانوں اور انگریزوں نے ایک بیوپار کیا۔ اُس بیوپار میں یہ طے پایا کہ ملک کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ یونین جیک کے بدلے ایک ٹکڑے میں ترنگا اور دوسرے ٹکڑے میں سبز پرچم لہرا دیا جائے۔

سٹے بازوں کی محفلوں میں کھلبلی مچ گئی۔ چچا سام نے کنکھیوں سے جان بل کی طرف

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

دیکھا۔

"کیوں جی، یہ تم نے کیا کیا؟ ہمارا نہیں کچھ اپنا تو خیال کیا ہوتا۔"

جان بل کے بیٹے چچا سام کے بھتیجوں کی اس سادہ لوحی اور تشویشناک بھولے پن پر دل ہی دل میں مسکرائے۔

"ہمیں بے وقوف سمجھتے ہو؟ ہم نے کسی کو آزادی نہیں دی۔ ہماری منڈیاں سلامت رہیں گی۔ ہمارے بچے بہت ضد کرنے لگے تھے۔ اگر آزادی نام کا کھلونا انہیں بہلانے کے لیے دے دیا تو کیا بُرا کیا۔ دیکھو، وہ اُسے پاکر کتنے خوش ہو رہے ہیں ——— اور تم جانتے ہی ہو۔ ہم تو تاجر لوگ ہیں۔ ان لوگوں نے خواہ مخواہ ہمیں اپنا سلطان بنالیا۔ ورنہ ہم تو کئی سو سال پہلے سمندروں کا سینہ چیرتے یہاں تجارت کرنے کے لیے آئے تھے ——— جب یہ ہمیں سلطان بنانے پر مُصر ہوئے تو ہم نے سوچا کہ ان کا دل کیا توڑیں۔ دوسرے تجارت سے سلطانی میں زیادہ فائدہ تھا۔ ہم مان گئے۔ اور تم جانو تاجر تو فایدہ کی ہی بات دیکھتا ہے ——— اب انہوں نے کہا، ہمیں گوروں کی یعنی ہماری حکومت نہیں چاہیئے۔ ہم چلے جائیں ——— ہم چلے آئے۔ پر دیکھا اب یہ پھر آپس میں لڑیں گے۔ بھوک اور فاقے سے تڑپیں گے۔ ہاں! ہم نے آگ ہی ایسی لگائی ہے اور پھر اپنا فیصلہ کرانے کے لیے جھک مار کر پھر ہمیں بلائیں گے ——— اور یہ تو سب جانتے ہی ہیں کہ ہم کسی کا دل نہیں توڑتے!"

پھر یہی ہوا۔ فسادات کا جوالا مکھی سرحدوں کے دونوں طرف بھڑکنے لگا۔ نفرت اور خوف کے بھیانک سائے دراز ہونے لگے۔ شک کی دیواریں بلند ہوتی گئیں ——— یہ کیسی آزادی ملی؟ خون کے دریا میں تیرتی آزادی، بھوکی ننگی آزادی، جس میں گھروں سے آگ کے شعلے بلند ہوتے، ننگی عورتوں کے جلوس نکلتے، انسانوں کے سینوں میں خنجر اترتے یہ کیسی آزادی ہے؟ ذہنوں میں سوال اُبھرنے لگے۔

جان بل کے بیٹے اور چچا سام کے بھتیجے زیرلب مسکرائے!

آزادی کی عروس نے دلہن بننے سے پہلے ہی کسی کی مانگ سے اُس کا جھومر اُتار لیا، اُس کی ہتھیلیوں کی مہندی چھڑادی اُس کے ماتھے کی افشاں پونچھ ڈالی۔

ایک دن .....

شاہینہ کی لبوں کی پنکھڑیاں لرزنے لگیں ———

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

" ہم پاکستان جا رہے ہیں ـــــ کل صبح تڑکے " ـــــ اس کی آواز رندھنے لگی ۔ وہ گردش کے شانے پر سر رکھ کر رونے لگی ۔

گردش اس تازہ افتاد کے لیے تیار نہ تھا ۔

" لیکن ـــــ یہ سب کچھ اتنی جلدی کیوں کر ہوا ؟ "

وہ ہچکیاں لے کر رونے لگی :

" آج کل پاکستان کی جاسوسی کے الزام میں گرفتاریاں ہو رہی ہیں ۔ کسی دشمن نے ابا جان کے خلاف جھوٹی مخبری کر دی ہے ۔ ممکن ہے کل تک ، ہاں کل تک وہ پکڑ لیے جائیں "

" شاہینہ ! "

خاموشی ۔ مسلسل خاموشی ـــــ بہت دیر تک وہ دونوں روتے رہے ۔ پھر گردش پاگلوں کی طرح چیخنے لگا " نہیں شاہینہ ! تم نہیں جاؤ گی شاہینہ ! "

دوسرے دن ہچکولے کھاتا ہوا ایک تانگا اسٹیشن کی طرف جا رہا تھا ۔ پھر ریل گاڑی رینگنے لگی تھی ۔

گردش دور ، پلیٹ فارم کے ایک گوشے میں ، اپنی محبت کا جنازہ اپنے کاندھوں پر اٹھائے بجھا بجھا سا کھڑا تھا ۔

رینگتی ریل گاڑی میں سے ایک سفید رومال لہرایا اور جانے والی کے پیار کی خوشبو کا آخری تحفہ لیے اڑ کر اس کے پاس آ گیا ـــــ وہی خوشبو جس کا ایک تیز جھونکا چند ماہ پہلے گردش کے پورے وجود کو معطر کر گیا تھا ۔

" مت جاؤ شاہین "

اس کے لاشعور میں کوئی پکارا ۔ لیکن وہ تو جا چکی تھی ۔ سرکلف کی بنائی ہوئی لکیروں کے اس پار جہاں اسی طرح کی آزادی کا ایک بت اور نصب کیا گیا تھا اور جہاں سے کوئی شانتی اپنے کسی شیل سے جدا ہو کر ادھر آ رہی ہو گی ۔

اس آزادی کے بیوپار میں تاج محل پر چھٹکی ہوئی چاندنی نے ہی دم نہیں توڑا تھا ، نربدا کی لہروں کے سہانے سنگیت کی لے ہی نہیں ٹوٹی تھی ۔ جہلم کی خوب صورتی بھی سسک رہی تھی ، شالامار کے لالے بھی سوکھ رہے تھے !

(۱۹۵۰)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

موتیا کی کلیاں

میں یوں تو بیراگڑھ کے بہت سے سندھیوں کو جانتا ہوں لیکن اُن میں ایک سندھی ایسا بھی ہے جسے میں کبھی نہ بھول سکوں گا۔

دیارام مورجانی !

جو آج خود دوسروں کی دَیا کا محتاج ہے۔ جس کے چاروں اور دُکھ ہی دُکھ ہیں لیکن جس نے کبھی کسی سے اس کی شکایت نہیں کی۔

پہلے وہ کبھی ملیر کینٹ میں ایک خوش حال انسان کا جیون بتایا کرتا تھا۔ اُس کے آس پاس خوشیاں تھیں، زندگی کی رعنائیاں تھیں اور سُکھوں کے بے انت خزانے۔

سندھ کے ریگزاروں میں اُس کا بچپن کھیلا۔ مکرانیوں کے درمیان اُس کی جوانی نے انگڑائیاں لیں، دھومیں مچائیں اور جب اُس کی زندگی کی نیلی جھیل میں تیز و تند موجوں کے ہلکورے تھم گئے تھے اور وہ اپنے جیون کی جلتی جوت کو ہوا کے جھونکوں سے بچائے سنبھل سنبھل کر سانس کے مدھر سنگیت کی لے میں ڈوبا جا رہا تھا۔

وہ سوچتا اگر یہ لَے بکھر گئی تو زندگی دم توڑ دے گی۔ پر وہ ابھی اور جینا چاہتا تھا۔

دیارام اکیلا تھا مگر اُسے کبھی تنہائی محسوس نہیں ہوئی۔ اُس نے اپنے پڑوسی کے گھرانے کے ساتھ اپنی زندگی کو کچھ اس طرح جوڑ لیا تھا جیسے وہ خود اُس کا اپنا پریوار ہو، اُن سے الگ اُس کا اپنا وجود کوئی معنی نہیں رکھتا ہو۔ اور وہ سب بھی اسے اپنے کُنبہ کا ایک فرد سمجھتے تھے۔

رحیم خاں کے بڑے لڑکے سلیم کے روپ میں دیارام کو اکثر ایسا محسوس ہوتا جیسے اُس کے اپنے بیٹے نے جنم لے لیا ہو۔ وہ اُسے پیار سے سیما کہتا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

وہ مگن تھا۔ مطمئن و سرشار! اُسے اور کچھ نہیں چاہیے۔ سب کچھ تو اس کے پاس تھا!

ان ہی دنوں غلامی کی سیاہ رات رخصت ہوئی اور شفق پر آزادی کا سونا پگھلنے لگا۔ ۱۴ر اگست کو جب آزادی کا سبز پرچم لہرایا تو اِس جشن کو منانے میں دیارام بھی رحیم خاں سے پیچھے نہیں رہا۔

"گھبرانا نہیں دیارام! پاکستان صرف مسلمانوں کا نہیں۔ تمہارا، دوسروں کا، سب کا ہے"۔ رحیم خاں نے اسے گلے لگا کر یقین دلایا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو رحیم خاں۔ پاکستان کی دھرتی تو میری ماں کے سمان ہے۔ اور ماں کی گود میں بھی کوئی گھبرایا ہے؟"

دیارام بڑی دیر تک رحیم خاں کے گلے سے لگا رہا۔ دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے لیکن ان آنسوؤں میں ڈر، خوف یا غم نہیں تھا، بلکہ وہ ایک طرح کے اعتماد، بھروسے اور خوشی کے نقیب تھے۔

لیکن یہ اعتماد، یہ بھروسہ اور یہ خوشی زیادہ دن قائم نہ رہ سکی۔ فسادات کی خبریں آنے لگیں۔ آزادی کی دیوی خون کے دریا میں تیرنے لگی۔

دیارام اور رحیم خاں اکثر سوچتے آخر لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ وہ باؤلے کیوں ہو گئے ہیں؟ کوئی آزادی کی دیوی کا اس طرح بھی استقبال کرتا ہے؟

"یہاں کچھ نہیں ہوگا دیارام"۔۔۔ رحیم خاں نے کہا: "پہلے کوئی مجھے مارے گا پھر کوئی تیرے سینے میں خنجر اتار سکے گا"۔

لیکن خنجر اترنا تو دور کی بات تھی۔ اس سے پہلے ہی شرنارتھیوں کے قافلے کوچ کرنے لگے۔ سرحد کے اُس پار سے پناہ گزینوں کے کارواں آ رہے تھے!

دیارام ابھی اپنے شہر میں ہی تھا۔ رحیم خاں کے ہوتے کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا!

اِن ہی دنوں رحیم خاں کی بدلی ڈیرہ رحیم یار خاں ہو گئی۔

"تم بھی ہمارے ساتھ چلو دیارام"

"نہیں رحیم خاں! اِس دھرتی نے مجھے جنم دیا ہے۔ یہی دھرتی مجھے اپنی چھاتی سے بھی لگائے گی"۔

دیارام نے پُرنم آنکھوں سے رحیم خاں کو رخصت کیا۔ وہ بڑی دیر تک ایک دوسرے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سے گلے ملتے رہے۔ اِس بار پتہ نہیں اِن آنسوؤں کو کیا ہو گیا تھا۔ ان میں دو دوستوں کے ایک دوسرے کے لیے پیار کے ساتھ مستقبل کا کچھ خوف بھی شامل تھا۔

دیارام کو زیادہ دُکھ اس بات کا تھا کہ اُس کا بچہ سلیم بھی اُس سے رُخصت ہو رہا تھا۔ وہ یہ دکھ برداشت نہ کر سکا۔ اُس کی جیون نیا ڈگمگانے لگی۔ وہ بستر سے لگ گیا۔ سونا سونا گھر اُسے کاٹنے کو دوڑتا۔ اُس نے اپنے ہوش و حواس کھو دیئے ـــــ اور لوگ اسی حالت میں اسے ہندوستان لے آئے۔ وہ گُم سُم ان کی طرف دیکھتا رہا۔ اُس نے مزاحمت کی بھی کوشش کی۔ مگر اس کی ایک نہ چلی، کسی نے اس کی ایک نہ سُنی۔

کھوکرا سرحد پار کرنے کے بعد اُس نے بڑی حسرت کے ساتھ اپنے وطن کی دھرتی کی طرف دیکھا۔ وہ دھرتی جہاں اُس کا بچپن کھیلا تھا، جہاں اُس کی جوانی نے انگڑائیاں لی تھیں اور دھومیں مچائی تھیں اور جہاں وہ اپنے بڑھاپے کی ڈور کو تھامے سکون کے ساتھ ابھی اور جینا چاہتا تھا اور جہاں اس کا دوست رحیم خاں رہتا تھا اور جہاں اس کا بچہ "سلیما" اپنے توانا ہاتھوں میں فائل لیے کالج جایا کرتا تھا۔

اب یہ سب خواب و خیال کی دنیا بن گئے تھے۔ شہر شہر گھومتے شرنارتھیوں کا یہ قافلہ بھوپال پہنچا۔

بیراگڑھ جہاں کبھی اٹلی کے قیدی دوسری جنگ عظیم کے دوران آہنی تاروں کے پیچھے جکڑے گئے تھے۔ جہاں آزادی کے چند ماہ بعد گوالیار کے مظلوموں نے اطمینان کی سانس لی تھی ـــــ وہاں سندھ کی دھرتی نے جو لعل اُگلے تھے، اُنہیں بسایا جا رہا تھا۔

دیارام کی قسمت بھی وہاں کی ایک ٹوٹی پھوٹی بیرک کے ساتھ وابستہ کر دی گئی۔

دیارام نے اپنی بیرک کے سامنے میٹھی گولیوں کا ایک خوانچہ لگا لیا تھا۔ دن بھر میں اتنی گولیاں بک جاتیں کہ اس کی گزر بسر کو کافی ہوتا۔

دیارام اب ہر وقت ہنستا رہتا۔ اُس نے اپنے غموں پر جھوٹی خوشی کے کھوکھلے قہقہوں کا ملمع چڑھا لیا تھا۔

وہ اکثر ہمارے فورڈ فاؤنڈیشن سینٹر میں آجاتا اور اس کی کوشش ہوتی کہ میں اُس سے کچھ دیر باتیں کروں۔ کبھی وہ میرے لیے سندھی مٹھائی بھی لاتا اور اس چاؤ سے کھلاتا جیسے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By Gangotri

اپنے بیٹے کو کھلا رہا ہو ـــــ میں حیران تھا کہ وہ مجھ پر اتنا مہربان کیوں ہے۔

بعد میں پتہ چلا کہ میری شکل اُس کے "سلیما" سے ملتی تھی۔

میں نے جب سے اُس کی دُکھ بھری کہانی سُنی تھی، میں اُس کی دل جوئی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتا تھا۔

ایک رات دیارام میرے پاس آیا تو خلاف معمول کافی اداس تھا۔ اُس کے ہاتھ میں تیندو کے پتوں کا ایک دونا تھا۔ اُس دونے میں موتیا کی کلیاں تھیں۔

اُس نے دھیرے سے مجھ سے پوچھا: "کیوں بھیّاجی، کل عید ہے نا؟"

"ہاں سائیں ..... لیکن تم اُداس کیوں ہو؟"

اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خالی خالی نگاہوں سے میرا منہ تکتا رہا اور پھر ایکا ایکی رونے لگا۔ وہ بڑی دیر تک روتا رہا ـــ میں اُسے دلاسا دیتا رہا۔

جب آنسوؤں کا سیلاب تھما تو وہ آپ ہی آپ بولا:

"بھیّاجی! ہر عید کو میں اپنے سلیما بیٹا کو پھولوں کا ایک گجرا بنا کر دیا کرتا تھا ـــ کل عید ہے، کل ـــ کل میں یہ گجرا کس کے ہاتھ پر باندھوں گا؟"

دیارام نے پھر رونا شروع کر دیا۔

موتیا کی کلیاں اُس کے آنسوؤں سے نمی پا رہی تھیں۔ چاند کی نرمل کرنوں میں اُن کا دودھیا رنگ نکھر آیا تھا۔

دیارام روتے روتے ایک دم چونک پڑا۔ جیسے غیب سے کوئی جواب اُسے ملا ہو اور برقی رو کی طرح اس کے وجود میں سما گیا ہو۔

دیارام نے مضبوطی سے میرا ہاتھ تھام لیا۔ اور تیزی کے ساتھ بولا: "کل اِن پھولوں سے ایک گجرا بناؤں گا ـــ اور وہ گجرا ـــ وہ گجرا تمہارے ہاتھ پر باندھوں گا ـــ بندھواؤ گے نا؟"

اُس کی گرفت میرے ہاتھ پر سخت ہو گئی۔ اُس نے میری طرف ایسی نظروں سے دیکھا جن میں سارے جہاں کی تمنائیں آ بسی تھیں۔

میں نے اُس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

"کیوں نہیں دیارام ـــ ضرور"

CC-0. Kashmir Treasures Collection Srinagar.

Digitized By eGangotri

"میرا سلیما ــــ"

دیارام نے مجھے اپنے سینے سے چمٹا لیا ــــ جس دونے میں موتیا کی کلیاں تھیں وہ میرے منہ کے بالکل نزدیک تھا۔ میرے نتھنوں میں خوشبو تیرنے لگی۔

دیارام کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

وہ یہ سوچ کر خوشی سے پھولا نہ سما رہا تھا کہ کل پیار کی یہ کلیاں میری کلائی پر محبت کے پھول بن کر مہکیں گی۔

میں نے اُسے اتنا خوش کبھی نہ دیکھا تھا جتنا وہ آج تھا۔ اُس کے چہرے پر مسرت کا اُجالا پھیل رہا تھا۔ خود میں اِن کلیوں کے پھول بننے کے بارے میں سوچ رہا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں ہوا کے اُس جھونکے کے بارے میں بھی سوچ رہا ہوں جو اِن پھولوں کی خوشبو دور دور بکھیر دے گا ــــ

وہاں بھی جہاں دیارام کا "سلیما" رہتا ہے!

(۱۹۵۳)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

باندر چوا

پرانی ریاست بھوپال کو جھیلوں اور تالابوں کا شہر بھی کہتے ہیں ـــــ تالاب! جن کی سطح آب پر سنگھاڑوں اور کنول کے پھولوں کے چراغ جلتے رہتے ہیں جس کے جنگلوں میں ساگون اور ساج کی دولت غرور سے سر اٹھائے کھڑی ہے۔ جہاں بھدبھدے کا دل فریب آبشار ہے جہاں گوتم بدھ کا سانچی ہے اور جہاں رائے سین اور گنور کے ناقابل تسخیر اور سربلند قلعے ہیں اور جہاں ۹ لاکھ انسان سانس لیتے ہیں۔

بھوپال کو کہانیوں کا دیس بھی کہتے ہیں۔

راجہ بھوج کی کہانی، رانی کملاپتی کی کہانی، مہم آزما پٹھانوں کی کہانیاں، خودسر گونڈوں کی کہانیاں اور اُن لاکھوں عام انسانوں کی کہانیاں جو اپنی وراثت کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔

دُکھ کی کہانیاں بھی ہیں، سُکھ کی کہانیاں بھی ـــــ لیکن دکھ اتنا ہے کہ سُکھ اس کے بوجھ تلے دب گیا ہے۔

اسی ریاست بھوپال کے ایک چھوٹے سے گاؤں کی کہانی میں آپ کو سُنا رہا ہوں۔

ایک پہاڑی کے دامن میں آباد اس گاؤں کو باندر چوا کہتے ہیں ـــــ اس نام کی شانِ نزول یہ ہے کہ کسی زمانے میں یہاں بندر اور چوہے کثیر تعداد میں پائے جاتے تھے۔ لیکن اس گاؤں کے قدیم باشندوں نے انہیں پہاڑوں پر ڈھکیل دیا اور اس وسیع و عریض وادی کو ایک چھوٹی سی بستی میں بدل دیا ـــــ گونڈوں اور بھیلوں کے آباد کیے ہوئے اس گاؤں سے کچھ دور ہٹ کر پلک متی کا تالاب ہے۔ کچے پھونس کے جھونپڑے، جھونپڑوں سے لگے ہوئے باڑے اور باڑوں میں اُگی ہوئی بیلیں ذرا آگے کھیتوں کے دور دور تک پھیلے ہوئے سلسلوں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

سے اس گاؤں کا ماحول ترتیب پاتا ہے۔

صدیاں بیت چکیں۔ زمانہ مشینوں کے سائے میں آگیا۔ ٹریکٹر کے بھاری پہیوں نے کھیتوں کا جوبن کم محنت اور کم صرفے میں نکھار دیا۔ فصلیں بڑھ گئیں۔ اناج سے بنڈے بھر گئے۔ لیکن یہ تو اُن بڑے بڑے فارموں کی بات ہے جن کا باندر چوا والے تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

وہاں کا کسان تو اب بھی بھوکا ہے۔ اس کے پاس تن ڈھانکنے کو آج بھی پورے کپڑے نہیں ہیں ـــــ وہ ننگا کیوں ہے ؟ اسے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے آس پاس بھکمری کیوں ہے ؟ یہ کسی کو نہیں معلوم۔ اُس کے گھر کی عزت سربازار نیلام کیوں ہوتی ہے ؟ اس کی کوئی خبر نہیں ـــــ پھر اُس کی کراہیں، اُس کے بچوں کی چیخیں، اُن کی سسکیاں ننگ دھڑنگ کالے کالے جسم، پیٹھ سے لگے پیٹ اور روتی بسورتی شکلوں کا حال کسی کو کاہے کو معلوم ہوگا ؟!

مگر اتنے بھولے اور لاعلم مت بنیئے۔ ذرا اپنے ذہن پر زور دیجئے آپ اِس کی تہہ تک ضرور پہنچ جائیں گے ـــــ اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر تیار ہو جائیے، وہ وقت دور نہیں ہے جب آپ کا یہ بچا کھچا بھولا پن بھی آپ سے چھین لیا جانے والا ہے ـــــ اور پھر اس کے بعد.......

لیکن ـــــ لیکن آپ میرا منہ کیوں اس طرح تک رہے ہیں ـــــ ؟ اوہ ! میں سمجھا آپ سوچ رہے ہیں ؟ میں یہ کہاں کی باتیں لے کر بیٹھ گیا۔ اُس کہانی کا کیا بنا جو میں سُنانے والا تھا۔

خفا کیوں ہوتے ہیں۔ اتنی بے صبری اچھی نہیں۔ میں آپ کو کہانی ہی سنا رہا ہوں۔ ـــــ سُنیئے :

راوی اس قصے کو یوں بیان کرتا ہے کہ آج سے چھ سال پہلے اپنے دیس میں بنی سنوری لجاتی شرماتی، سولہ سنگھار کیے ایک دلہن اتری تھی ـــــ دلہن کیا آئی مانو ہر ایک کے انگ انگ میں خوشی کا نغمہ لہرانے لگا ـــــ

مگر اُس دن بھی اس چھوٹے سے گاؤں کی بڑی سی تحصیل میں آزادی کا کوئی دیپ نہیں جلا۔ خوشی کا ذرا سا شائبہ بھی نہ تھا۔ کہیں ترنگا نہیں لہرا رہا تھا۔

چاروں طرف سکوت تھا۔ ایک ڈراؤنا سناٹا ـــــ

حسب معمول بھوپال کا ریاستی پرچم تحصیل کے صدر دروازے پر لہرا رہا تھا۔ بہت کم

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

لوگوں کے علم میں تھا کہ ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ہم نے بدیسی سامراجیوں سے آزادی کی لڑائی جیت لی ہے۔ ہمارا ملک اب غلام نہیں رہا۔ ہم آزاد ہو چکے ہیں ـــــ مگر تحصیل کے ایک محدود پڑھے لکھے طبقہ تک ہی یہ بات محدود تھی۔

باندر چوا والوں کو اس کی کوئی خبر نہ تھی۔

۱۹۴۹ کی ایک شام ـــــ

ترنگوں کی بہار دیکھنے کے قابل تھی۔ چراغوں کی روشنی کتنی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ پل پختہ پر سے جھوٹے تالاب کا منظر کتنا حسین لگ رہا تھا۔ جیسے سطح آب پر ستاروں کی بارات اُتر آئی ہو۔

خوب ناچو، خوب گاؤ، دھومیں مچاؤ۔ آج بھوپال کی قسمت بھی پورے ہندوستان سے وابستہ ہو گئی ہے۔ آج ہمارا بھوپال بھی آزاد ہو گیا ہے ـــــ خوب خوشیاں مناؤ، تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اِن بدنصیبوں کو آزادی کی عروس کا شایانِ شان استقبال کرنے کی توفیق بھی نصیب نہ ہوئی۔

اور تھوڑی دیر کو یہاں کے لوگوں کی کراہیں باجوں کے شور میں دب گئیں۔

پر اِس وقت بھی باندر چوا والوں کو یہ پتہ نہ چل سکا کہ چند لمحوں میں کیا سے کیا ہو چکا ہے! یہاں کے معصوم باسیوں کو محسوس بھی نہ ہو سکا کہ راتوں رات ایسی کون سی تبدیلی آگئی ہے۔ وہ اُسی طرح ہل چلاتے رہے، زمینیں ہانکتے رہے، بیج بوتے رہے، محنت کا خون پسینہ کرتے رہے، گیہوں کی سنہری بالیوں سے اناج کے قیمتی دانے نکالتے رہے ـــــ دوسروں کو خوش حال بنانے والے خود دانۂ گندم سے محروم رہے۔ مکّا کے سخت دانے، جوار کے چھوٹے چھوٹے مگر نا ہموار ریزے اُن کے پیٹ کی آگ کو بجھاتے رہتے۔

وہ جان ہی نہ سکے کہ خوش حالی کس کو کہتے ہیں ـــــ سدا کا ایک سا جیون! ایک سی مشکل! ایک سی محنت! ایک سی بھوک!

البتہ اُنہیں اتنا یاد تھا کہ ایک دن اُنہیں بھی ٹرک میں سواری کا موقع ملا تھا۔

جی ہاں! جب آزادی کو پانچ سال ہونے کو آئے تھے، بھولی بسری یادوں کی طرح دن، ہفتے، مہینے اور کئی سال پیچھے چھوٹ گئے تھے۔ لیکن وہ تب بھی اِس سے ناواقف تھے کہ کہیں

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بارات اتری ہے اور کسی نے دلہن کے گھونگٹ کو اٹھا کر اس کے رخ روشن کا اجالا دیکھا ہے۔

اُن کی اپنی زندگی میں جب کوئی بنیادی تبدیلی نہیں آئی تھی تو بھلا انہیں اس کا احساس کیونکر ہوتا کہ گورے صاحب لوگ گئے۔ اب اپنوں کا راج ہے۔ اُنہیں تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ملک پر کون راج کرتا ہے ـــــ وہ تو نواب صاحب کی وفادار پرجا تھے۔

آپ سوچتے ہوں گے کہ کہانی کا سلسلہ بیچ بیچ میں سے ٹوٹ کیوں جاتا ہے۔ بات ہو رہی تھی باندرچوا والوں کے ٹرک میں سواری کرنے کی اور میں کسی دلہن کی بات کرنے لگا کسی راج پاٹ کا ذکر لے بیٹھا ـــــ

آپ کا سوچنا ٹھیک ہے۔ میں پھر اصل کہانی کی طرف لوٹتا ہوں۔

راوی اس قصے کو آگے یوں بیان کرتا ہے کہ کچھ لوگ ٹرک میں سوار ہو کر باندرچوا پہنچے۔ چند کاغذ نکالے اور ان میں سے نام بنام پکارنے لگے۔ جن کے نام ملے اُنہیں ٹرک میں بھرا اور پانچ میل دور ایک بستی میں لے جا کر ایک عمارت کے سامنے اُتار دیا۔

یہاں بڑی چہل پہل تھی۔ پہلے سے کافی لوگ موجود تھے۔

باندرچوا والوں کو بھی اس بھیڑ میں شامل کر دیا گیا اور اُن سے کہا کہ سرکار کا حکم ہے کہ تم لوگ ووٹ ڈالو۔

ان سہمے ہوئے لوگوں نے سرکار کے حکم کی تعمیل کی۔

وہ کیا جانتے تھے کہ ووٹ کیسا ہوتا ہے۔ البتہ یہ سوچ سوچ کر حیران ضرور تھے کہ نواب صاحب کو آخر اِن کاغذ کے پرزوں کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے جو انہیں اتنی دور سے بلایا گیا؟

بہرحال جیسا بتایا جاتا رہا، وہ تعمیل کرتے رہے۔

جب وہ ووٹ ڈال چکے تو نگاہیں پھاڑے اُس ٹرک کو ڈھونڈنے لگے جس میں وہ یہاں تک آئے تھے۔ کیوں کہ اُن سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اسی ٹرک میں انہیں واپس باندرچوا چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن نہ تو ٹرک کا ہی پتہ تھا اور نہ اُن لوگوں کا جو انہیں یہاں تک لائے تھے۔

انہوں نے سوچا ـــــ جان بچی، یہی بہت ہوا۔

اور اپنے بھاری جوتوں سے دھرتی کا سینہ کوٹتے اپنے گاؤں چلے آئے۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

باندر جوا آکر انہوں نے سکون کی سانس لی ۔ وہ کچھ ایسا محسوس کر رہے تھے جیسے تپتی دھوپ سے نکل کر گھنیری چھاؤں میں آ گئے ہوں ۔

دن گزرتے گئے ۔

اُن کے ووٹوں نے ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کر دیا ۔

آزادی کو چھ سال ہونے کو آئے ۔

موسم بہار کی خوابیدہ ہوائیں جاگیں ۔ جب شہد کی مکھیاں فضا میں رقص کرنے لگیں ۔ دُکھ کے دن اور دراز ہو گئے ۔

طوفانی بارش نے اُن کے گاؤں کو باقی ریاست سے کاٹ دیا ۔ پلک متی کے تالاب میں اُبال آ گیا ۔ اُس کا قدیمی بند دھنسنے لگا ـــــ انیائے کی اس نگری میں وہ زیادہ دنوں اپنے آس پاس کے لوگوں کو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑتے نہیں دیکھ سکتا تھا ۔

پلک متی کو جلال آ گیا ـــــ

" میں بہہ جاؤں گا ۔ اپنے سامنے کی ہر رکاوٹ کو ختم کر دوں گا "

تالاب میں اُٹھتی ہر لہر کی زبان سے اس دھمکی کی تائید ہو رہی تھی ۔

پلک متی لاوے کی طرح بہہ نکلنے کے لیے بیتاب تھا ۔

جب پلک متی کی سرکشی کی خبریں راج دھانی پہنچیں تو وہ لوگ جن کے کانوں تک انسانوں کی سسکیاں نہیں پہنچ سکی تھیں ـــــ پلک متی کے بپھرنے کے اس منظر کو دیکھنے کے لیے یہاں چلے آئے ۔

" نہیں پلک متی ۔ تو نہیں بہے گا ۔ تجھے نہیں بہنے دیا جائے گا ۔ تو اگر نہیں رہا تو یہ آس پاس کی بستیاں بھی نہیں رہیں گی ۔ بستیاں نہیں رہیں گی تو لوگ بھی نہیں رہیں گے ۔ لوگ نہیں رہیں گے تو پھر اناج کون بوئے گا ، کھیتوں کی رکھوالی کون کرے گا ، اناج کون کاٹے گا ، ہم کس کی محنت لوٹ سکیں گے ۔ ہم کس سے ووٹ ڈالنے کو کہیں گے ؟ ـــــ نہیں پلک متی تجھے نہیں بہنے دیا جائے گا "

بند پھر سے بندھ گیا

خطرہ ٹل گیا ۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بندھ کی درستی کی خبر جب راج دھانی پہنچی تو منتری جی نے طے کیا کہ وہ بنفسِ نفیس وہاں تشریف لے جائیں گے اور بہ چشمِ خود اس منظر کو ملاحظہ فرمائیں گے۔

شعبہ اطلاعات عامّہ کے سرکاری فوٹو گرافر، اپنے عملہ کے فوج فاٹے اور اخباروں کے نمائندوں کی معیت میں منتری جی کا پلک متی کے باندھ پر ورود مسعود ہوا۔

چاروں طرف پہاڑیوں سے گھرا ہوا تالاب خوب صورتی اور خوش ادائی کی اپنی مثال آپ تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے سبز درختوں کے پاؤں کے نیچے کسی نے سیال چاندی کی چادر بچھادی ہو۔ صحرائی جانوروں کے ریوڑ حیرت سے اس مخلوق کو تک رہے تھے۔ فضا میں اڑتے پرندوں کی آوازیں اور چہچہے کانوں میں رس گھول رہے تھے۔

پلک متی کے خوش سواد مناظر کو دیکھ کر ایک اخبار والا بے اختیار بول اٹھا: "اسے بڑا اچھا ہل اسٹیشن بنایا جاسکتا ہے"۔

منتری جی کے دل کو یہ بات بھائی۔ انہوں نے اپنے پی اے کو حکم دیا کہ راجدھانی پہنچنے پر ایک پروپوزل تیار کیا جائے تاکہ قدرتی حسن کو اپنی گرفت میں لے کر خزانہ کا منہ بھرا جاسکے۔

ارے! آپ پھر بے چین ہونے لگے کہ یہ پلک متی اور منتری جی اور اُن کے حواریوں کی داستان اتنی طویل ہوتی جارہی ہے کہ اصل کہانی 'سُنانا' میں پھر بھول گیا جلد بازی نہ کیجئے۔ یہ کہانی جو میں آپ کو سُنا رہا ہوں، اس کے سلسلے اُن سب باتوں سے جڑے ہوئے ہیں جو بیچ بیچ میں آپ کے گوش گزار کی جاتی رہی ہیں ——— خیر چھوڑیئے۔ آپ کو زیادہ انتظار کیوں کرائیں۔ چلیے آپ کو باندر چوا لے چلیں۔

منتری جی جب اخبار والوں سے ہل اسٹیشن کی روپ ریکھا کے بارے میں بات کر رہے تھے تو ان میں سے ایک اخبار والے نے ماحول کی یکسانیت سے اکتا کر باندھ سے ذرا آگے بسے ہوئے ایک گاؤں کا رُخ کیا۔ نام پوچھنے پر پتہ چلا کہ اس گاؤں کو باندر چوا کہتے ہیں۔ وہاں اُس کی ملاقات ایک کسان سے ہوئی۔ اُس نے باتوں باتوں میں مذاق کے طور پر پوچھا:

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

"بھوپال میں اب کس کی حکومت ہے؟"

اس دیہاتی کو یہ سوال بہت مہمل لگا۔ وہ حیرت سے اخبار والے کا منہ تکنے لگا۔ حیرت تھی اُسے اس اخبار والے کی لاعلمی پر۔ اُس نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا:

"ارے حکومت کس کی ہے۔ اپنے نباب صاحب کی ہے اور کس کی ہے"

صحافی نے کہا: "نہیں بھائی۔ اب نواب صاحب کی حکومت نہیں۔ اب تو ہم تم سب نواب صاحب ہیں"

دیہاتی کا استعجاب اور بڑھا۔ اس نے دو ٹوک لہجہ میں کہا: "کیسی باتیں کرتے ہو۔ راج تو نباب راجوں کا ہی ہوتا ہے۔ کوئی کچھ بھی کہے۔ ہاں کوئی کچھ بھی کہے"

اور پُریقین لہجہ میں دہرایا: "ہاں، راج تو نباب راجوں کا ہی ہوتا ہے"

جب بہت سمجھانے پر بھی وہ دیہاتی کسی طرح نہ مانا تو اخبار والے نے پوچھا:

"تم نے کبھی ووٹ ڈالا ہے؟"

"بوٹ ——؟" دیہاتی نے اپنے ذہن پر زور دیا۔ پھر کچھ یاد کر کے تیزی سے بولا۔ "بوٹ؟ ہاں ڈالا کیوں نہیں۔ گئے سال کچھ لوگ ٹرک میں بیٹھ کر آئے تھے۔ کہنے لگے چلو بوٹ ڈالنے۔ سرکاری حکم ہے۔ بھلا ہمری کا ہے ہمت جو منا کرتے۔ چلے گئے"

پھر بڑی حسرت سے کہنے لگا "با لوگوں نے وادا تو کیا تھا کہ واپس بھی ٹرک میں ہی چھوڑیں گے لیکن جب بوٹ کو پیٹی میں ڈال کر لوٹے تو ٹرک کا کوئی پتہ نہ تھا۔ سپٹر سپٹر کرتے خیر سے بدھو گھر کو لوٹے"

"تم نے ووٹ کسے دیا تھا؟" اخبار والے نے پوچھا۔

دیہاتی کا ماتھا ٹھنکا۔ اُس نے تیز نظروں سے اخبار والے کی طرف دیکھا۔ شاید وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ یہ آدمی کوئی مخبر تو نہیں ہے —— کچھ دیر کے لیے وہ دیہاتی رُکا۔ پھر بڑے کائیاں انداز میں بولا:

"با ہم نے کوئی دیکھا تھوڑا ہی تھا۔ جہاں ہمیں بتایا گیا، وہاں بوٹ ڈال دیا"

اس ڈپلومیٹک جواب کو سمجھنے میں اخبار والے کو دیر نہیں لگی۔ وہ سمجھ گیا کہ اس دیہاتی کا ووٹ کس پیٹی میں گیا تھا ——

اخبار والا منہ لٹکائے اپنے ساتھیوں کے پاس واپس چلا آیا۔ وہاں موضوع سخن اب

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

بھی پلک متی کو ایک ہل اسٹیشن کا روپ دینا تھا !

اخبار والے کا ذہن ابھی تک اُس دیہاتی کی باتوں میں اُلجھا ہوا تھا ۔ وہ مسلسل سوچ رہا تھا کہ اس گاؤں میں رہنے والے کے نام پر آزادی آئی ہے لیکن اُسے یہ خبر ہی نہیں کہ آزادی آئی ہے ـــــ اُس کی قیمت کیا ہے ؟ اُس کا فائدہ کیا ہے ؟

اس وقت جبکہ میں آپ کو یہ کہانی سنا رہا ہوں تو اس واقعے کو ۶ ماہ ہونے کو آئے ہیں ۔ مجھے یقین ہے کہ اب بھی اُس گاؤں والے کو یہ پتہ نہ ہوگا کہ راج اب جنتا کا ہے یا نواب صاحب کا ؟ ـــــ آزادی آئی بھی ہے یا نہیں ؟

ٹھیک ہے، اُسے پتہ چل بھی کیسے سکتا ہے جبکہ خود اس کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے ۔ وہ آج بھی پہلے کی طرح لُٹ رہا ہے ۔ صُبحیں بھی ویسی ہی ہیں اور شامیں بھی ! زندگی کی چڑھتی دوپہر کا سوال کیا، یہاں تو صُبحیں بھی جلتی ہوئی ہیں اور شامیں بھی تپ رہی ہیں ۔ آج بھی اُس کے آس پاس ظلم پلتا ہے ۔ بھوک اُگتی ہے ۔ پھر وہ کیسے سمجھے کہ آزادی آچکی ہے ۔

بھوپال کا گاؤں باندرچوا ہندوستان کے ہر شہر کا گاؤں ہے ۔ اور ہر گاؤں کا باسی وہ دیہاتی ہے جسے آج تک یہ نہیں معلوم کہ راج کس کا ہے ؟ آزادی کب آئی ہے ؟

لیکن یہ بات طے ہے کہ کل وہ اسے ضرور جانے گا ۔

راوی اِس سے آگے کی کہانی سُنانے سے معذور ہے ۔ معذور اس لیے ہے کہ وہ کل ابھی آیا نہیں ہے جب دُکھوں کی اس کالی رات کے انت کے لیے جو جدوجہد کی جارہی ہے وہ کامیاب ہوگی، خوشی کا سورج چمکے گا، سُکھ کا سویرا پھیلے گا ۔

لیکن کیونکہ ہر کہانی کا ایک اختتام ضرور ہوتا ہے ۔ اس لیے میں اتنا ضرور بتانا چاہتا ہوں کہ جلد یا بدیر وہ کل آئے گا ضرور ـــــ اور اس کل کے پاس اخبار والے کے ہر سوال کا جواب بھی ہوگا، اُس دیہاتی کی کھوئی ہوئی معصوم مسکراہٹ کی دولت بھی ہوگی اور راز کی بات یہ ہے کہ تب آپ کو مجھ سے یہ پوچھنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی کہ میں اِدھر اُدھر کی باتیں لیکر کہاں بیٹھ گیا، اصل کہانی کیوں نہیں سُناتا ؟

(۱۹۵۵)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

چاندنی کے دیس میں

"یہ ایک بے نام سے شہر کی بے نام سی جگہ ہے" میں نے جس سے بھی اُس جگہ کے بارے میں پوچھا اُس نے یہی جواب دیا۔ یہ جواب میرے لیے نیا ضرور تھا مگر قرنہا قرن سے وہ سب یہ ہی جواب دیتے آرہے ہیں۔ کچھ بھی ہو یہ بے نام سی جگہ میری امیدوں کا مرکز اور میری آرزوں کا مسکن ہے۔ اس سے میرا جنم جنم کا ناتا ہے یہ ہی وجہ ہے جو میں یہاں آئی اور یہ ہی وجہ ہے جو میں آج یہاں ہوں۔"

میری پرورش میرے باپ نے بڑے لاڈ سے کی تھی اُس نے مجھے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا اور سارے جنگل اور ایک ایک جھاڑی میں خوب گھمایا پھرایا۔ وہ مجھ سے کہتا "تم ہر وقت ہر جگہ میرے ساتھ رہو گی چاہے میں جہاں جاؤں تمھیں اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دوں گا" میں ہر محفل میں بابا کے ساتھ بیٹھتی۔ میرے جسم پر بہت کم کپڑے ہوتے اور میں بالکل لڑکا سا لگتی دراصل میرے بابا نے مجھے لڑکوں کی طرح ہی پالا تھا۔

بچپن کے دن بھی کیا دن تھے۔ وہ مجھے کہانیاں سنایا کرتا اور میں سوال پر سوال کر کے اُس کی جان کھا جاتی تھی وہ ہمیشہ مجھے مطمئن کرنے کی کوشش کرتا۔ ایک دن اُس نے مجھ کو بتایا کہ "زمین ایک پہیہ کی طرح چکر لگائے جا رہی ہے" لیکن زمین کیوں چکر لگاتی ہے؟ یہ اُسے معلوم نہ تھا۔ بابا نے مجھے یہ بھی بتایا کہ سورج انسانوں کے لیے بے حد فائدہ کی چیز ہے۔ مگر یہ حضرت انسان اتنے چلتے پرزے ہیں کہ اگر اُن کا بس چلتا اور وہ اپنا کام کسی دوسری چیز سے نکال سکتے تو اسے کبھی کا بیچ چکے ہوتے۔

اِس نیلے آکاش تلے میں اپنے بابا کی گرم اور نرم گود میں کھیلتی اور مچلتی رہی۔ وہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اکثر مجھے اپنے ہمراہ درختوں کی گھنیری چھاؤں میں لے جاتا۔ چیڑ کا سایہ اور انگور کی بیلوں کی چھاؤں اُسے بہت پسند تھی۔

میں گنّے کے کھیتوں اور کیلے کے باغوں گھوم پھر کر بڑی ہوئی۔ میں نے اپنے بابا کے کام میں ہاتھ بٹانا شروع کیا اور ایک توانا لڑکی بن گئی۔

بابا لکڑی کی طرح سخت تھا۔ میں نہیں جانتی وہ کتنا بڑا تھا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ میں نے اسے کبھی ناپا نہیں وہ ہمیشہ مجھ کو جُھک کر کھلایا کرتا تھا۔ بھلا میں پھر کیسے جانتی کہ وہ کتنا لمبا ہے لیکن ایک دن کچھ لوگ اُسے جھاڑیوں کے بیچ سے اُٹھا کر لائے بابا سامان لے کر واپس آرہا تھا کہ اُسے کچھ شرابی دوست مل گئے۔ انھوں نے خوب تاڑی پی۔ بابا سامان کا بنڈل اُٹھا کر چلا تو بوجھ سہن نہ کر سکا اور لڑکھڑا کر گر گیا اور ایسا گرا کہ پھر اُٹھ نہ سکا۔

بابا کی نعش کو دیکھ کر مجھے پتہ چلا کہ وہ کتنا گرانڈیل تھا!

اب میں اکیلی اپنی اور بابا کی مشینوں پر کام کرنے لگی۔ اس وقت میری عمر بیس برس کی ہوگی مگر مجھے دونوں کا کام ختم کرنے میں کوئی دقّت نہ ہوتی تھی۔

ایک دن اجنبی میرے پاس آیا مجھے اس قلاش اجنبی پر ترس آ گیا اور میں نے اسے اپنی جھونپڑی کے پچھلے حصّہ میں ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔ کبھی کبھی وہ میرے ساتھ کھانا بھی کھاتا اور خاصی رات گئے تک ہم تاش کھیلا کرتے تھے۔ پہلے ہم ماچس کی تیلیوں کی شرط لگا کر کھیلے پھر بوسوں کی شرط لگائی اور اس طرح کھیل کے ساتھ ساتھ ہمارے پیار کا کھیل بھی بڑھتا گیا۔

میں یہ نہیں کہتی کہ مجھے پیار اور بوسہ دینا ناپسند تھا۔ لیکن اس پر ہمیشہ میں نے یہی ظاہر کیا۔

ایک دن میرے منع کرنے پر پہلے اُس نے مجھے دیکھا اور پھر مسکرا کر بولا "تم سے الجھنا بجلی کے تاروں سے الجھنا ہے"

وہ ایک توانا تندرست آدمی تھا اس کی آنکھوں میں غضب کی زندگی اور چمک تھی۔

ایک سرد رات کو اس نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ جب میں اس کے کمرے کے پاس پہنچی تو اس نے گرسنہ نگاہوں سے مجھے تاکا اور پھر بولا "اندر آجاؤ"

میں اندر داخل ہوگئی وہ اپنے بستر پر پیر لٹکائے جوتے اُتار رہا تھا اُس نے نظریں اوپر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اُٹھائیں اور ایک دم بولا ۔ تم مجھ سے شادی کروگی ؟ " وہ اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اس نے مجھے اپنی پوری بانہوں میں لپیٹ لیا۔

" مجھے تمہاری ضرورت ہے " اس نے میرے کان میں آہستہ سے کہا " تمہیں معلوم نہیں مجھے تمہاری کس قدر ضرورت ہے "

" میں بھی ایک لمبے عرصے سے اس بارے میں سوچ رہی ہوں "

" تم بہت سوچ چکیں اب وقت نہیں ۔ ابھی سوچو تم زندگی بھر اس طرح نہیں رہ سکتیں۔ تمہاری زندگی میں کسی بھی مرد کو آنا ہے تو آج ہی کیوں نہ آجائے "

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا کوئی نہ کوئی مرد میری زندگی میں ضرور آئے گا ۔ کوئی نہ کوئی ساتھی۔ کوئی ہمدرد ! جب میں نے پہلی بار اس کو دیکھا تھا میں خوب پہچان گئی تھی کہ جس مرد کو میری زندگی میں آنا ہے وہ یہی ہے مگر میں خود کو دھوکا دیتی رہی اپنے آپ سے بہانے بناتی رہی مجھے کچھ پتہ نہیں ایسا کیوں تھا ۔ اگر میں جان لیتی کہ میں ایسا کرسکتی ہوں تو میں زندگی بھر بیٹھی کیوں انتظار کرتی رہتی ۔ میں قانع رہتی ۔ لیکن میں کبھی بھی ایک فیصلہ پر نہ پہنچ سکتی ۔ کتنی ہی بار ایسا ہوا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک خوبصورت پری تصوّر کیا اور کسی خوبصورت شہزادے کی یاد میں گہری جھیلوں میں خود کو غرق محسوس کیا ۔ ایسے موقعوں پر میں بڑی بیوقوف لگتی تھی بہت تنہا اور مایوس ! کیونکہ میں ایک شہزادی تو تھی نہیں اور پھر شہزادے مجھ جیسی عورتوں کے نزدیک آیا نہیں کرتے ! میں نے فیصلہ کرلیا !" میں اپنی زندگی کی ڈور اس آدمی کے ساتھ ہی باندھوں گی"

اس نے مجھے بتایا جب وہ دوسری بار شہر جائے گا تو شادی کے پورے اہتمام کے ساتھ واپس لوٹے گا ۔ اور پھر اُن ہی دنوں اس نے مجھ سے کہا کہ وہ میرے ساتھ ایک شوہر کی طرح گھومنے پھرنے میں کوئی ہرج نہیں سمجھتا ۔ لیکن میں برابر اس خیال کی مخالفت کرتی رہی میں نے اُس کو پیار کرنے کی تو اجازت دے دی تھی ، میں نے اسے اپنے جسم کو ہاتھ لگانے کی بھی اجازت دے دی تھی لیکن میں اُسے خود سے پرے رکھنے اور اپنے اور اس کے درمیان دوری قائم رکھنے کی جدّوجہد کرتی رہی ـــــ اس پر وہ ناراض ہوگیا اور کہنے لگا !" عورت جہنّم کی سی تکالیف دینے والی چیز ہوتی ہے "ـــــ اگرچہ شادی کو ابھی کئی دن تھے مگر اس کا چرچا ہر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

جگہ ہو چکا تھا۔ جب میں اسٹور آفیسر کے پاس گئی تو وہ مجھ سے پوچھنے لگا کہ میں شادی کب کر رہی ہوں۔ اس کے سوال پر میں بے چین سی ہو گئی اور گڑبڑا گئی۔ عورتیں مجھ سے کہتیں "تم کو ایک اچھا آدمی مل گیا۔ یہ جوڑا بہت خوب رہے گا"۔ یہ باتیں سن کر میں خوشی سے پھولی نہیں سماتی۔ میں سچ مچ بہت خوش تھی۔ اپنی پسند پر بہت ہی نازاں ... میں نے محسوس کیا مجھ کو سب کچھ مل گیا میری تنہائیاں دور ہو گئیں۔ مجھے خوب پتہ تھا کہ وہ آج میرا ہو نہ ہو کل ضرور میرا ہو جائے گا لیکن میں نے اپنے خوابوں میں اس کو جب بھی دیکھا، میرے خیالوں میں وہ جب بھی آیا مجھے یہی لگا جیسے وہ میرا سب کچھ ہے۔ یہ ہی وہ صنم ہے جس کی میں جنم جنم سے پوجا کرتی رہی ہوں۔

لیکن یہ سارا کھیل۔ یہ سارے خواب مٹا دیئے گئے ان کے مٹا دینے میں میرا کوئی ہاتھ نہ تھا۔ ایک عورت میرے پاس کھیت پر آئی۔ وہ اپنے باپ کے پاس چھٹی کے دو ہفتے گذارنے آئی تھی دیکھنے میں وہ بڑی بھلی اور متین لگتی تھی۔ شہر میں رہنے والی عورتوں جیسا نمکین چہرہ اُس پر خوب سجتا تھا۔ میں مردوں کے مزاج سے واقف تھی (یا یوں سمجھو کہ کچھ مردوں کے مزاج سے بخوبی واقف تھی) وہ مجھے چھوڑ کر اس عورت کے ساتھ ہو لیا وہ ہمہ وقت ایک دوسرے سے پیار و محبت کی باتیں کرتے رہتے۔ اور پھر جب وہ عورت شہر گئی تو اس کے ساتھ وہ بھی چلا گیا۔

میں نے اکثر اپنا اور اُس عورت کا مقابلہ کیا۔ مجھے یہ خیال مارے ڈالتا تھا کہ میری بانہیں اتنی سڈول اور سفید نہیں۔ میرا جسم اتنا سُتا ہوا نہیں۔ بال تو میرے بھی کالے ہیں۔ لیکن میں کبھی اپنے بالوں کو اس کی طرح نہ سنوار سکی۔ جس طرح وہ بناتی سنوارتی تھی۔ اُس کی آواز میں کمال کی نرمی تھی۔ میں نے اس کی آواز کی طرح اپنی آواز میں نرمی اور کشش پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔

میں نہیں کہہ سکتی کہ میں نے جُدائی کی یہ کربناک گھڑیاں کیسے گذاریں جنگل سی راتیں اور پہاڑوں سے دن میرا نصیب بن چکے تھے۔ مگر ایک دن وہ ایکا ایکی واپس آ گیا ——— تپا ہوا چہرہ بالکل سیاہ! اُس کے چہرے پر وحشت برس رہی تھی۔ وہ تیزی سے آیا اور آکر

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اِس نے میرے دروازے کو اُس طرح زور سے دھکّا دے کر کھول دیا جیسے یہ گھر سدا سے اس کا اپنا ہو۔

"میں نے تمہیں کھو دیا تھا" وہ بولا۔

میں نے بالکل اجنبیوں کے سے انداز میں لاتعلقی کا اظہار کیا۔

"مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ وہ ایک ایسی عورت نہیں تھی جو مرد کی سچّی ساتھی بن کر رہ سکے وہ تمہاری برابری نہیں کر سکتی۔ تم مرد کی ساتھی بن کر دکھا سکتی ہو۔ تم میری شریکِ زندگی بن کر کامیاب رہ سکتی ہو ایک بار پھر میرے ساتھ رہو۔ مجھے اپنا لو۔ بولو جواب دو کیا ارادہ ہے؟"

میں نے اس کو دیکھا۔ اس کی اچھائیوں اور بُرائیوں، اس کی خامیوں اور خوبیوں کے سارے نقوش میرے ذہن کے نہاں خانہ میں موجود تھے۔ میں نے اپنے آپ کو ٹٹولا ——— مجھے اس سے اب بھی پیار تھا۔ وہ میرے ساتھ زندگی گذارنا چاہتا تھا۔ اُسے ایک عورت، ایک بیوی کی ضرورت تھی۔ شاید بات اب اتنی ہی سچی تھی کہ وہ شادی کی انگوٹھی پہنا کر مجھ کو ہمیشہ کے لیے اپنی شریکِ حیات بنانے میں اب دیر نہیں کرنا چاہتی تھی میں نہیں چاہتی تھی کہ میں پھر اس کو کھو بیٹھوں۔ اور وہ کسی کے ساتھ دور چلا جائے۔

لیکن یہ سب چاہتے ہوئے بھی میں اُس سے کچھ نہ کہہ سکی۔

اس نے اپنے کاندھے زور سے جھٹکے اور باہر چلا گیا۔ اور پھر عرصہ تک اس کا پتہ نہیں چلا۔

پھر اُسی دوران میں ایک اور آدمی کھیت پر آیا۔ وہ لمبا اور مضبوط تھا اس کا چہرہ بہت متین تھا۔ اُس کی آواز میلوں تک سنی جا سکتی تھی۔ جب اس نے دیکھا تو ایسا لگا جیسے یہی میرے نصیب کا مالک ہے۔

یہ میرا ہے۔ میں نے سوچا میں نے اس کو دنیا کی ہر عورت سے چھپا کر دور بہت دور لے جاؤں گی۔ جہاں کوئی اُسے مجھ سے چھین نہ سکے گا۔ پہلی بار اسٹور میں میری اس کی بات چیت ہوئی۔

پھر ایک دن میں نے ایک خرگوش شکار کیا۔ جب وہ واپس آیا تو میں نے خرگوش

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کی بوٹیوں کی بھنی ہوئی پلیٹ اس کے سامنے رکھ دی۔ اس وقت ہم میں موسم کے بارے میں کچھ باتیں بھی ہوئیں۔ اُس کے بعد ہم لوگ ایک دوسرے سے ملتے رہے۔ تاشوں کا کھیل پھر شروع ہوا۔ آخر ایک دن میں نے اُس سے بوسوں کی شرط لگانے کو کہا۔

وہ میرے منھ سے یہ تجویز سُن کر چونک پڑا۔ پھر مسکرا دیا۔ پھر ہنسنے لگا۔ اور اُس نے بوسوں کی شرط لگا کر کھیلنے پر اپنی بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ اُس کی یہ ہنسی مجھے اچھی نہ لگی۔ اور میں نے اس کو کمرے سے باہر نکل جانے کو کہا۔ آخر اس نے مجھے سمجھا کیا تھا؟

"میرا قصور؟" وہ بولا: "تم نے ہی تو تجویز پیش کی تھی۔"

"خوب! تم مجھے اس طرح اپنے جال میں پھنسانا چاہتے ہو۔"

"بے شک! اکیلا میں ہی تو نہیں جو یہ چاہتا ہوں — دنیا کا ہر مرد یہی چاہے گا۔"

"تم نے مجھے اتنا سستا سمجھ لیا ہے؟"

"دیکھو اگر میں چاہوں تو تمہیں اسی وقت پیار کر سکتا ہوں۔ اور وہ تاش کے پتّوں کے پلٹ جانے کا پیار نہیں ہوگا۔ دوسرے میں بِن بُلائے یہاں نہیں آیا ہوں۔ تم نے خود مجھے اپنے پاس آنے کے لیے کہا تھا —— میرے دل میں کوئی بدی نہیں ہے۔ اور اب تم مجھے روکتی ہو اور تکرار کرتی ہو۔ خیر اس بحث کو چھوڑ دو۔ بوسوں کا یہ مقابلہ بند، آؤ ہم ماچس کی تیلیوں کے لیے ہی کھیلیں۔"

پھر وہ ہر رات میرے پاس تاش کھیلنے اور باتیں کرنے آتا رہا۔ وہ برفیلی ندی کے راستے آتا۔ راہ کی ہر چیز کو ٹھکراتا، توڑتا، پھوڑتا! اس نے شہر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ اُسے یہ جگہ بہت پسند تھی۔ ایک رات جب وہ اندر آیا۔ میں نے تاش اٹھائے اور بولی۔ "آج ہم ضرور بوسوں کی شرط لگا کر کھیلیں گے۔"

"یہی سہی" اُس نے عجیب سے انداز سے کہا۔

پھر یکایک اس نے میرا ہاتھ کھینچا اور اپنے گھٹنوں پر مجھے لٹا لیا۔ اور بولا: "اے ان آزاد جنگلوں میں رہنے والے آہوئے رم خوردہ! آج میں تیری ساری وحشت نکال دوں گا۔ میں تجھے اپنے قبضہ میں کر کے اپنا نشان چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔"

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں گھبرا گئی اور میں نے کہا: "اچھا آؤ تیلیوں کی ہی شرط لگا کر کھیلیں"

ایک روز اس کی ٹانگ میں سخت چوٹ لگی۔ اور وہ سمجھا کہ اُس کے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے وہ شہر چلا گیا اور تین ہفتہ تک نہیں لوٹا۔ اس نے مجھے وہاں سے ایک خط پوسٹ کیا۔

میں ـــــ انتظار نہیں کر سکتا۔ چاہتا ہوں تم فوراً سامنے آجاؤ۔ ابھی آجاؤ۔ تمہارا بیمار اپنی ساری آس جمع کیے تمہارے مسکراتے چہرہ کی مسیحائی دیکھنے کی راہ تک رہا ہے۔ آجاؤ کہ تم بن جیا نہیں جاتا۔ تمہارا جم"

مگر میں وہاں جا نہ سکی۔

ایک رات میں نے ایک آدمی کو گاتے ہوئے سُنا۔ گانے کی آواز پر پہلے میرا دل خوشی سے ناچ اٹھتا تھا۔ مگر یہ اوہ آواز نہیں تھی۔ یہ جم کی آواز نہیں تھی۔ کوئی اور ہی تھا۔ آواز قریب سے قریب تر ہوتی گئی آواز کے ساتھ ہی گانے والا بھی قریب آگیا اور اس نے زور سے دروازہ کو دھکا دیا۔ اور اندر داخل ہو گیا۔ اس کا گریبان کھلا ہوا تھا۔ ہاتھ میں ایک بوتل تھی۔ میں بے خوف سامنے بیٹھی رہی میں خوب جانتی تھی کہ یہ مرد شراب پی کر کس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں اور میں اس نو وارد کو بھی خوب سمجھ گئی تھی۔

وہ بولا "کیا تو سوچتی ہے کہ وہ مجھ سے اچھا ہے۔ اگر ایسا ہے تو مجھ کو باہر کر دے اور اس کو اپنا لے۔ میں دیکھوں گا تجھے کون اپناتا ہے۔ کون تجھ تک آسکتا ہے اگر تجھ میں ہمت ہے تو کچھ کر کے دیکھا"

میرے دل میں اُس کے لیے نفرت کا جذبہ جاگا۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر یکایک سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور تیزی سے آگے بڑھا۔ اور اس نے مجھے اپنی باہنوں میں جکڑنے کی کوشش کی۔

"میں تمہیں کتنا چاہتا ہوں۔ تم نہیں جانتیں" وہ کہنے لگا اس کی آنکھوں میں وحشت تھی۔ اس کے ہونٹ بالکل خشک تھے۔ اس نے اپنی بکواس جاری رکھی! "میرا خدا جانتا ہے میں تمہیں کتنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے کتّے کی طرح دھتکار کر بھگا نہ سکو گی۔ میں نے کتنی نیکیاں کی ہیں تمہارے ساتھ! محض اس لیے کہ تمہارے راستے میں کوئی غم نہ آئے۔ میں نے راہ کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ہر کانٹے کو اپنے مضبوط ہاتھوں سے توڑ دیا ہے، تم مجھے ٹھکرا نہیں سکتیں"۔

"اپنی جھونپڑی میں واپس چلے جاؤ میک" میں نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

اُس کا چہرہ پژمُردہ ہوگیا "تم مجھے اُس آدمی کی وجہ سے لاکھ ٹھکراؤ لیکن تم ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہوسکو گی"۔

میری نظر میں تمہاری وقعت ایک معمولی چھوکری سے زیادہ نہیں ہے"۔

وہ پتہ نہیں کیا فضول بکتا رہا۔ مجھ سے ضبط نہ ہوسکا۔ میں اٹھی اور دروازہ کھول کر غصّہ کے ساتھ بولی۔

"اچھا اب تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ"۔

وہ مجھ پر جھپٹا اور مجھے اپنی گرفت میں لے لیا" میں تجھے نہیں چھوڑ سکتا" وہ گرجا" میں تجھے حاصل کر کے ہی چین سے بیٹھوں گا۔ خواہ یہ کام میرا آخری کام ہی کیوں نہ ہو ـــــ میں کپڑے پر پڑی دھول نہیں ہوں کہ انگلی کے ہلکے سے اشارے سے الگ کر دو"۔

میں نے جھٹکا دے کر اپنا سر الگ کر لیا۔ اور زور کے ساتھ اس کی ناک سے ٹکرا دیا

وہ تکلیف سے چیخ اٹھا ـــــ میں جانتی تھی کہ خودسر انسان کے لیے اس سے بہتر کوئی سزا نہیں ہے۔ وہ ماہیٔ بے آب کی طرح فرش پر لوٹنے لگا۔ میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا: میک دیکھو یہ بات راز ہی میں رہنا چاہیے۔ کسی سے اس کا ذکر نہ ہو تو اچھا ہے۔ اگر اس کی ذرا سی بھی بھنک جم کے کانوں تک پہنچ گئی تو وہ تمہیں زندہ نہ چھوڑے گا"۔

میک اپنی انتہائی کوشش کے باوجود کچھ نہ بول سکا اس کی کراہیں بلند سے بلند تر ہوتی گئیں۔ میں بڑی دیر تک اُسے تکتی رہی۔

تھوڑی دیر بعد میں نے بھی نظر اوپر اٹھائی۔ مجھ سے نگاہیں چار ہوئیں تو اس کی برہمی نقطۂ عروج پر آگئی ـــــ وہ بولا ـــــ" تو ایک معمولی جنگلی چڑیا ہے میں نے ہزارہا خوبصورت عورتیں دیکھی ہیں اور ان کی سنگت میں رہا ہوں مگر وہ تیری طرح بدصورت اور وحشی نہیں تھیں۔

وہ بہت کچھ بولتا گیا، اس نے بہت کچھ کہا۔ مگر میں کچھ نہیں بولی۔ میں جانتی تھی کہ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

زخم کی ہر ٹیس اسے دریدہ دہنی پر آمادہ کر رہی ہے۔

جم گھر لوٹ آیا اور اُس نے میرے گلے میں بانہیں ڈال کر مجھے اپنے سے نزدیک کر لیا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ مر چکا تھا اور پھر سے زندہ ہو گیا ہے۔ اس نے میرے سامنے یکے بعد دیگرے کپڑوں کے کئی بنڈل کھول کر ڈال دیئے۔ اگر وہ بیش قیمت زیورات، ہیرے جواہرات کو میرے سامنے ڈال دیتا تو بھی شاید میں اتنی خوش نہ ہوتی۔ میری سمجھ اندھیروں میں بھٹک رہی تھی۔ میں کیا بولوں، اس سے کیا کہوں، میں چاہتی تھی کہ اپنی شہد آگیں باتوں سے اس کا دل خوش کر دوں لیکن میں خاموش رہی، کچھ کہہ نہ سکی جیسے کسی نے میرے چہرے پر چپ کا پردہ لگا دیا ہو۔ ممکن ہے میری بے زبانی اس لیے ہو کہ جب دل میں کہنے کو بہت ہوتا ہے تو زبان سے کچھ نہیں نکلتا وہ گنگ رہتی ہے۔

میں شرم کے مارے سرخ ہو رہی تھی۔ جم کتنے خوبصورت کپڑے لایا تھا۔ اتنے قیمتی، خوبصورت کپڑے پہلے میں نے کبھی نہیں پہنے تھے۔ (جم کتنا اچھا ہے، میں نے سوچا) "ان کو پہنو گی تو کتنی حسین دکھائی دو گی" وہ بولا۔

میری مسرتوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ لیکن میرا چہرہ خوشی کے ان تاثرات سے عاری تھا۔ ایک عجیب سی مایوسی کا پرتو اس پر جھلک رہا تھا۔ میں نے بڑے بجھے لہجے میں پوچھا: "میں جیسی ہوں اس حالت میں تمہیں پسند نہیں؟"

"وہ سب ٹھیک ہے" وہ بولا "اگر تم ایسا کہتی ہو تو میں ان سب کو ابھی آگ میں ڈالے دیتا ہوں" اور یہ کہتے ہوئے سارے کپڑے آگ میں ڈالنے کے لیے آگے بڑھا۔ میں چلائی "ایسا نہ کرو" اور وہ کپڑے لیے واپس لوٹ آیا۔

"تو ایک خوبصورت جنگلی چڑیا ہے" ——— وہ بڑے پیار سے بولا ——— "میں نے یہ کپڑے خاص موقع کے لیے خریدے ہیں۔ غور سے انھیں دیکھو کیسے ہیں یہ؟"

اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا۔ اُس میں ایک خوبصورت نگ کی انگوٹھی تھی ———

"اچھا تمہارا مطلب یہ تھا"

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

"کیا تم یہ سوچتی تھیں کہ میں مذاق کر رہا تھا ـــــ ممکن ہے تم نے اِن دنوں یہ بھی سوچا ہو کہ میں اب جو گیا ہوں تو کبھی واپس نہیں لوٹوں گا ـــــ کتنے ہی وسوسوں نے تمہیں گھیرا ہوگا کہ ممکن ہے میں شہر میں کسی بی عورت کے ساتھ رہنے لگا ہوں ـــــ کیوں ایسا سوچا تھا تم نے ؟"

(سچ بات تو یہ تھی کہ میں یہی سب کچھ سوچا کرتی تھی) اس نے اپنی بات جاری رکھی "تم نے یہ نہیں سوچا کہ میں شہر تمہارے پیر کا خوبصورت جوتا لینے گیا ہوا ہوں" یہ کہہ کر اس نے مجھے اپنے قریب کھینچ لیا۔ وہ بہت خوش تھا "اچھا سنو۔ ہم ہنی مون یہاں نہیں منائیں گے" یہ کہہ کر اس نے خود سے سوال کیا "لیکن پھر کہاں منایا جائے گا ؟" ایک ثانیہ رُکا، پھر بولا! "شہر میں! نہیں شہر میں نہیں وہ بہت گنجان آباد ہیں اور وہاں کی مشغولیات کی وجہ سے وہ مجھے قطعاً پسند نہیں"

"تو پھر ؟" مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ آواز بہت دور سے آ رہی ہو۔

"ہم سب کی نظروں سے دُور، ہر جھگڑے سے دور اکیلے کہیں امن کی جگہ چلیں گے۔ کسی ایسی جگہ جہاں ہر طرف چاندنی ہی چاندنی ہوگی ـــــ اُس چاند کی دنیا میں ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہ ہوگا ـــــ چاند کی کرنیں ہماری مہمان ہوں گی اور اس روپہلی دنیا میں تم یہ چمکیلے کپڑے پہن لینا ـــــ چرچ کا پادری آنے والے ہفتہ میں یہاں آئے گا اور وہ ہمیں ہمیشہ کے لیے ایک مقدس رشتے کی ڈوری میں باندھ دے گا۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ یہ سب کچھ جلد انجام پا جائے گا" میں صرف اتنا ہی کہہ سکی اور میں نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔

آخر وہ ساعت آ گئی جب زندگی کا دوراہا ایک منزل پر آ گیا۔ مجھے اتنے چمکدار کپڑوں میں عجیب لگ رہا تھا۔ لیکن عورتیں مجھے بڑے غور سے دیکھ رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ میں سچ مچ ان کپڑوں میں بہت خوبصورت دکھائی دے رہی ہوں۔

ہم نے اپنا سامان باندھا اور پہاڑ پر جانے کے لیے گاڑی پر سوار ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر ہم نے اپنا خیمہ ایک ایسی جگہ گاڑ دیا جہاں سرسبزی اور شادابی کے سوا کچھ نہ تھا۔

ہمارے سامنے ایک قدیم عمارت تھی مگر وہ اتنی خستہ تھی کہ کسی بھی لمحہ زمین پر گر سکتی

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تھی۔ اس کی کھڑکیاں اور دروازے سب بند تھے۔ چمگادڑیں جگہ جگہ بیٹھی نظر آ رہی تھیں۔ دور دور تک کوئی انسان چلتا پھرتا دکھائی نہ دیتا تھا۔ ایک وقت تھا جب یہ خوبصورت جگہ خیموں سے سفید نظر آتی تھی۔ مرد عورتیں جوق در جوق وہاں "عہد زفاف" منانے کے لیے آیا کرتے تھے لیکن اب وہاں کی خوبصورتی پہلے کی سی نہیں رہی تھی۔ ہاں پہاڑ پر اب بھی بیری کے خوبصورت درخت دکھائی دے رہے تھے۔ اُن کی شاخیں ہوا میں جھوم جھوم کر گلے مل رہی تھیں۔ چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اور تارے اونچے آسمان پر آگ کے شعلوں کی مانند دہک رہے تھے۔ ہم نے وہاں آگ جلائی اور اس کا نیلا دھواں آکاش کی رفعتوں کو چومنے کے لیے اوپر اُٹھنے لگا۔

اُس نے میرے کانوں اور ہونٹوں کو اپنے دانتوں اور ہونٹوں کے بیچ سختی سے دبایا۔ لیکن اس کے پیار کا انداز مجھے کوئی تکلیف دینے کی نیت سے نہ تھا ـــــ میں نے بھی جواب میں اپنے دانت اُس کے گلے میں گڑا دیئے۔ لیکن میں اُسے کاٹنا نہیں کہہ سکتی۔ بلکہ یہ کچھ ایسا ہی تھا۔ جیسے کوئی پالتو کتا اپنے مالک کی پنڈلی کو آہستگی کے ساتھ اپنے دانتوں سے دباتا ہے۔ ہمارے سروں پر خیمے کی سفید چھت تھی۔ اور نیچے اس سفید کا سایہ ـــــ رات لمحہ بہ لمحہ تاریک ہوتی جا رہی تھی۔ سائے گہرے ہو گئے تھے۔ دور کہیں سے بھیڑیوں کے چلّانے کی آوازیں آنا شروع ہوئیں۔ اور پھر چڑیوں کے گیتوں نے سوتوں کو جگایا ـــــ اس آدمی کو اس سناٹے میں مجھے اپنے پاس رکھنا بہت اچھا لگا مجھے بھی وہاں بہت اچھا لگ رہا تھا۔

یہاں ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے تھے۔ ہمارے درمیان اس وقت کوئی نہ تھا عمر میں پہلی بار مجھے محسوس ہوا کہ میں بھی دنیا کی دوسری عورتوں کی طرح ایک عام عورت ہوں۔

ایک دن کے بعد ہم گھر لوٹ آئے۔ وہاں مجھے اطلاع ملی کہ کسی نے جم کو اُس راز کی خبر دے دی ـــــ یہ سن کر وہ پاگل ہو گیا۔ اور میک کی کوٹھری میں گیا اور اُس نے بیدردی کے ساتھ میک کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ میک لڑنا نہیں جانتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "دیکھو مجھے اس وقت کچھ ہوش نہیں تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں"۔

آس پاس دیکھنے والے لوگ ہجوم کیے ہوئے تھے۔ ہر ایک حیران و پریشان تھا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میک کے منھ سے خون بہہ رہا تھا۔ ...ن نے اپنی سُرخی خاک کو دے دی تھی ــــــ میں دوڑی۔ دوڑی وہاں گئی اور میں نے جھک کر اس کا سر اوپر اٹھایا۔

"الگ ہٹ جاؤ اس بدکار کو چھوڑ دو"۔ جم گرجا "کیا تمہارے دل میں اب بھی اس کے لیے کوئی چاہ، کوئی خواہش ہے؟"

میں نے نظریں اٹھائیں اور جم پر ڈالیں!" اس کے لیے میرے دل میں کوئی خواہش ہے۔ یہ کہنا صحیح نہیں۔ لیکن تم نے اُس کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جو کوئی کتّے کے ساتھ روا رکھنا بھی پسند نہ کرے گا۔ تم نے اُسے مار لیا۔ اسے سزا دے لی۔ اُس کے کیے سے اس کی سزا زیادہ سخت ہے" ــــــ جم کے چہرے پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ ناک بھوں چڑھائے ہوئے تھا۔

جم اب جھگڑا ختم ہوگیا ہے تم ایک مرد ہو، اسے اٹھاؤ اور اندر لے آؤ"۔

جم اس ... اندر لے آیا۔ اور اُس کے زخم دھونے میں میری مدد کرنے لگا۔

رات جم بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ" ہم اب یہاں سے دور چلیں گے کھیت پر رہنے میں کوئی سلامتی نہیں تم نے اپنی جان بازیوں سے اپنا کام پورا کر لیا۔ یہ تو سب کچھ تمہارے اختیار میں تھا۔ تم کو جو پسند ہوگا وہی کرو گی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ بادشاہوں کی طرح کھانا حاصل کرنے کی چاہ میں اکثر بھوکا بھی رہنا پڑتا ہے۔

جم بولے جا رہا تھا۔ اس کا یہ ناصحانہ انداز میرے لیے بالکل نیا تھا۔ اُس کے لہجہ میں فلسفیوں کی سی گمبھیرتا تھی۔ اُس نے مجھ سے کہا:۔

" زمین میں گڑھا کھود کر محض اس لیے تاریکی اور گندگی میں پڑے رہنا اور اپنی آنکھوں کو تھکا لینا کہ شاید اس اندھیرے کا جگر چیر کر ہیروں کی کنیوں سے نکلنے والی رنگ برنگی شعائیں زندگی کو سدا کے لیے پرنور بنا دیں ــــــ یہ لاکھ دانشمندی سہی۔ مگر پھر اپنے کام کو ادھورا چھوڑ کر تپتی دھوپ میں گھر کی راہ لینا اور سوچنا کہ کامیابی نے آج قدم نہیں چومے تو کل ضرور ہم فرحاں و کامراں لوٹیں گے۔ یہ سراسر حماقت نہیں تو اور کیا ہے" اُس نے مجھے سمجھایا کہ یہی حال میرا بھی ہے ــــــ وہ بولا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

" ہم خواہ کہیں بھی رہیں ۔ اپنے مضبوط ہاتھوں اور بلند عزائم سے ہر مشکل پر فتح پا سکتے ہیں۔ ہم اس الجھنوں کے خارزار میں کیوں اپنے ذہن کو زخمی کریں ۔ ہم کیوں نہ اس کو ہی چھوڑ دیں اور کسی ایسی جگہ بس جائیں جہاں ہماری محنت کا سونا پگھلے اور وہ اطمینان کی سانسیں نصیب ہوں جو انسان کی سب سے بڑی دولت ہیں۔"

میں نے کنکھیوں سے جم کی طرف دیکھا جیسے کوئی مقدّس روح اس میں حلول کر گئی ہو۔ فرطِ عقیدت سے میں اُس سے آنکھیں چار نہ کر سکی اور میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

میں جانتی تھی کہ جم کے اس فیصلہ کا بانی مبانی میک تھا!۔

ایک ہفتہ کے اندر ہم نے یہ جگہ چھوڑ دی ـــــ جانے سے کچھ دیر پہلے میک ہمارے مکان پر آیا۔

وہ بڑی انکساری سے بولا " بیتے ہوئے دنوں پر خاک ڈالو ۔ جو ہوا سو ہوا ـــــ اچھا خدا حافظ "

میک نے بظاہر صلح کی سفید جھنڈی فضا میں لہرا دی تھی ۔ مگر نہ جانے کیوں مجھے اس کی آنکھوں میں کسی ایسی شکست خوردہ جرنیل کی عیّاری نظر آئی جو انتقام کا موقع ملتے ہی اپنے فاتح کی پشت پر خنجر بھونکنے سے درگذر نہ کرے گا۔

میں نے آخری بار اپنے گھر کو دیکھا اور پھر ہم اپنی منزل کے لیے روانہ ہو گئے۔

گھوڑوں پر سوار ہم دور تک جھیل کے کنارے کنارے چلتے رہے ایک خوبصورت مقام پر آکر ہم رُک گئے۔ پہلے ہم نے خیمے نصب کیے ، پھر وہاں ایک کیبن بھی قائم کیا۔ اور وہیں اس چھوٹے سے مکان میں اپنی زندگی بتانے لگے۔ وہاں ہم نے درختوں کی چھال نکالنے کا کاروبار شروع کیا۔ جم ہر مہینہ شہر جاتا اور اچھے داموں اُسے فروخت کر دیتا۔ وہاں تین دن رہتا اور ضروری سامان خرید کر واپس آجاتا۔

اسی دوران نھّا ڈیوڈ میری گود میں آیا۔ سخت اور گرم چٹانوں پر اس کا جنم ہوا۔ وہ دن میں کبھی بھول نہ پاؤنگی جب کوئی راہ نظر نہیں آتی تھی ۔ کوئی جگہ دکھائی نہیں دیتی تھی۔ میں اُس دن صبح معمول کے مطابق کام پر جانے کی تیاری میں مصروف تھی ۔ جب میں نے کچھ درد

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

محسوس کیا۔ میں جم کو بلانے باہر گئی ـــــ سوچ رہی تھی کہ جم بہت دور ہوگا۔ خوف سے میں کانپی جارہی تھی۔ جم سامنے کی کھاڑی کے اُس کنارے درخت کاٹنے میں مشغول تھا۔

مجھے سامنے کے ٹیلے پر چڑھنا پڑا۔ لیکن آدھا راستہ ہی طے کر پائی تھی کہ میری ہمّت جواب دے گئی۔ میں گر پڑی اور بڑی کوشش کے بعد درخت کے سائے میں پہنچ پائی۔ اور اس طرح دھرتی کے کھُردرے سینے پر ڈیوی پیدا ہوا۔ میں تکلیف کے مارے بیہوش ہو گئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو جم میرے پاس تھا۔ وہ ہمت دلا رہا تھا۔ اور مجھے سہارا دیتے ہوئے تھا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ میں درد کی تکلیف سے چیخ اٹھی تھی۔ اور اسی چیخ کو سن کر وہ وہاں پہنچا تھا۔ جم نے میرے ساتھ اس وقت کیا کیا نہ کیا ـــــ اس کی مہربانیاں، اس کی اچھائیاں کوئی مجھ سے پوچھے۔ میں بے پناہ خوش تھی۔ ننھا ڈیوی میری نگاہوں کے پالنے میں محوِ خواب تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے یقین نہ آرہا تھا کہ اسے میں نے جنم دیا تھا۔

اس طرح کئی برس بیت گئے۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ بڑے خوش خوش گذر بسر کرتے رہے۔ جم ڈیوی کو جھاڑیوں کے درمیان لے گیا۔ اور خرگوشوں کے ساتھ کھلانے لگا پھر اُس نے کبوتر پکڑ کر اُس کے سامنے چھوڑ دیئے۔ ان جھاڑیوں اور اس زمین کے ٹکڑے سے جو کچھ ہم حاصل کرتے تھے۔ وہی ہماری معاش تھی۔ ہمیں اب اور کیا چاہیئے تھا۔ جم نے ڈیوی کو تعلیم دینا شروع کر دیا۔ اسی کے ساتھ وہ مجھے بھی بچوں کی پرورش کرنے کی ضروری باتیں بتاتا۔ جم نے ڈیوی کو بتایا کہ اس نے ساری اچھی باتیں کتابوں سے سیکھی ہیں لیکن سب سے بڑی کتاب دنیا کا تجربہ ہے۔ عمل انسان کا بہترین اتالیق ہے۔ اُس نے ڈیوی کو بڑے پیار سے کہا "تم جب بڑے ہو کر دنیا دیکھو گے نئے نئے لوگوں سے ملو گے۔ تب تم سیکھو گے کہ یہ دنیا کیسی ہے اور تمہیں کیا بننا ہے"۔

ڈیوی بھی اپنے باپ سے بہت پیار کرتا تھا۔ وہ دیکھتے دیکھتے کافی بڑا نظر آنے لگا۔ اُس کے بال گہرے سُرخ تھے اور اُس کی سیاہ اور چمکیلی آنکھیں اس کی ذہانت کو ظاہر کرتی تھیں۔ جب وہ مسکراتا تو ساری کائنات جھوم اٹھتی۔ میں چاہتی تھی کہ اس خیمے میں اور بھی بچے ہوں۔ کچھ دنوں بعد ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ لیکن وہ مری ہوئی تھی۔ پھر کبھی میری کوئی اولاد نہ ہوئی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اس جون میں بڑی گرمی پڑ رہی تھی۔ درختوں کی پتیاں خشک اور بے جان ہو کر نیچے گر پڑی تھیں ـــــ کھاڑی کا پانی سوکھ گیا تھا۔ جگہ جگہ دھول کے سرخ تودے نظر آتے تھے۔ سورج ایک سونے کے گولے کی طرح اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اس کی سنہری کرنیں نیلے آسمان پر پھیلی ہوئی تھیں۔ اچانک ڈیوی بیمار پڑ گیا۔ اس وقت وہ گیارہ سال کا تھا۔ مگر پھرتی کا یہ عالم تھا جیسے کسی نے اُس کے بدن میں بجلی کی سی تیزی بھر دی ہو۔ ہم نے اس کی بیماری کو معمولی جان کر زیادہ فکر نہ کی۔ لیکن اس کی حالت گرتی گئی۔

وہ کمزور ہو گیا۔ اور آہستہ آہستہ اس کا چلنا پھرنا کم ہوتا گیا۔ وہ بستر پر لیٹا آس پاس کی چیزوں کو دیکھتا رہتا۔ پسینے سے تر گھنٹوں چپ چاپ پڑا رہتا۔ جم چاہتا تھا کہ ڈاکٹر کا علاج کرے۔ لیکن میں نے سوچا یونہی اچھا ہو جائے گا۔ تیسرے دن ڈیوی بے ہوش ہو گیا۔ وہ بے ہوشی کے عالم میں نہ جانے کیا کیا بے ربط باتیں کرتا رہا اور پھر ایک دم ٹھنڈا پڑ گیا اور سو گیا۔ سہ پہر کو بھی سوتا رہا۔ جب میں چائے کے وقت اس کے پاس پہنچی تو اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اور مجھے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا ـــــ ممی کھانا! مجھے بھوک لگی ہے"۔

ڈیوی کے منہ سے ممی سُن کر مجھے ایسا لگا جیسے کسی نے تمام خوشیوں کے خزانے چھین کر واپس کر دیئے ہوں۔ میں سمجھ گئی کہ اب وہ اچھا ہو رہا ہے میں بھاگی۔ بھاگی باورچی خانے میں گئی۔ مجھے کیا معلوم تھا اس عارضی خوشی کے بدلے مجھے کتنا بڑا غم اُٹھانا ہے۔ میں وہاں پہنچی تو صحن کے باہر کھلے دروازے پر جم کو پڑا پایا۔ میرا دل تھوڑی دیر کو اپنی دھڑکن بھول گیا۔ میں نے جم کو اٹھانا چاہا وہ بالکل بے سدھ تھا۔ میں نے غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ تاریکی پھیلتی جا رہی تھی۔ میں نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا تو پانی کی بالٹی جو وہ گھر سے لے کر گیا تھا اُس کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن بالٹی کا پانی اُس کے جسم اور زمین پر پھیلا ہوا تھا۔

یہ سوچ کر میں کانپ گئی کہ کیا وہ مر چکا ہے؟ مگر پھر میں نے سوچا ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ اندر ڈیوی پکار رہا تھا میں نے جلدی سے ڈیوی کو گرم دودھ کا پیالہ دیا۔ اس نے تیزی سے اُس پیالہ کو خالی کر دیا۔ میں نے اُسے کچھ نہیں بتایا۔ بس اتنا ہی کہا کہ میں ابھی آتی ہوں۔ اور پھر تمہارے کپڑے اور چادر بدلوں گی۔ تب تم آرام سے سو جانا۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

میں پھر جم کے پاس آئی۔ وہ اب بے حس و حرکت پڑا تھا۔ میرے دل نے اس لاش کو جم ماننے سے انکار کر دیا۔ نہیں! نہیں! یہ جم نہیں ہے مجھے اس پر یقین نہیں آتا۔ وہ تو پانی لینے گیا ہے۔ وہ ابھی اسے لے کر آئے گا۔ اور میرے گلے میں اپنی بانہوں کا ہار ڈال دے گا۔ مجھے اپنے بازوؤں کا سہارا دے گا۔ پھر میرے ہاتھوں کو تھام لے گا۔ اور پھر میرے سینہ پر اپنا سر رکھ دے گا۔ اور بڑے پیار کے ساتھ اپنے لب میرے کانوں تک لا کر کہے گا ــــــ "جی چاہتا ہے تمہیں کھا جاؤں" ــــــ تصوّر میں، میں نے سب کچھ دُہرا ڈالا۔ بہت کچھ سوچا لیکن اسی لمحہ ایک ہلکی سی آہٹ ہوئی اور اُس نے تصوّر کی ساری کڑیوں کو توڑ کر الگ الگ کر دیا۔

"وہ کیوں مر گیا؟ کیسے مر گیا!" جم تو بڑھتے ہوئے درخت کی طرح تنا ور اور قوی تھا۔ کتنا چوڑا سینہ تھا اس کا۔ لیکن اُس وقت میرا جم کسی پکے پھل کی طرح زمین پر پڑا ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ کاش میں بھی اس کے ساتھ چلی گئی ہوتی۔ لیکن ڈیوی کی بیماری نے مجھے اس کے ہم سفر ہونے کا موقع نہیں دیا۔

خود سر دل پھر مجھے تصورات کی دنیا میں لے گیا وہ بضد تھا کہ جم جیسا پیارا آدمی کبھی نہیں مر سکتا۔ میں نے بچھونا کیا اور جم کو لٹا دیا۔ دل نے سرگوشی کی "وہ سو گیا ہے" ــــــ میرے پیارے بغیر کسی بحث کے دل کی اس بات کو مان لیا۔ اور میں جم کی جاگ جانے کے انتظار کرتی رہی ــــــ میں نے گھر کے دروازے بند کر لیے تھے تاکہ ہوا کا شور میرے جم کے خواب نہ چھین لے۔ وہ اٹھے بھی تو اتنے آرام سے جیسے زندگی کا سب سے حسین سپنا دیکھ کر اٹھا ہو۔ مگر مرنے والے کب لوٹ کر آتے ہیں۔ مُردے بولا نہیں کرتے جم کی لاش جامد و ساکت پڑی رہی۔ میں پھر حقیقت کی دنیا میں واپس آ گئی ــــــ میں نے لالٹین اٹھائی اور ہاتھ میں کدال لے کر باہر آئی۔ دروازے سے کچھ قدم پرے میں نے ایک بہت گہری قبر کھودی۔ پھر جم کو اپنے ہاتھوں کا سہارا دے کر لڑکھڑاتی ہوئی قبر تک لے آئی۔ میرے جم کی آخری آرام گاہ تیار تھی ــــــ میں نے قبر میں کمبل بچھایا کہ زمین کی مٹی جم کے پیارے جسم میں چبھے اور پھر انتہائی آہستگی کے ساتھ جم کو اس پر لٹا دیا۔ میرا جم مجھ سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گیا تھا۔

ایکا ایکی سامنے دروازے سے روشنی آتی دکھائی دی۔ میں نے نگاہ اوپر اٹھائی تو دیکھ

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

کر کانپ گئی کہ آنگن کا دروازہ کھلا تھا۔ اور بیچ دروازے میں ڈیوی کھڑا تھا ـــــ وہ مجھے ڈھونڈ رہا تھا ـــــ ممّی تم کہاں گئیں! یہاں کیا کر رہی ہو؟ بولو بھی"۔ میں دوڑی ـــــ "تم بستر میں لیٹے رہو ـــــ تمہیں بخار ہے یہاں مت آؤ۔ اگر ہوا لگ گئی تو" ـــــ

"ممّی! ڈیڈی کہاں ہیں؟ ڈیڈی کو بلاؤ۔ میں اُن کے ساتھ کھیلوں گا"

"تمہارا ڈیڈی شہر گیا ہے آتا ہی ہوگا، تم اندر چلو میں تمہارے ساتھ کھیلوں گی"

ڈیوی اندر چلا گیا۔ میں جم کو زمین کی گود میں لٹا چکی تھی۔ اب میں نے اس پر مٹی کی تہیں جمانا شروع کر دیں۔ اور پھر وہ چہرا سدا کے لیے چھپ گیا۔ جس سے میں نے سب سے زیادہ پیار کیا تھا۔ وہ جسم ہمیشہ کے لیے اوجھل ہو گیا جس پر میری محبّت کے اَن گنت نشانات ثبت تھے۔

میں بجھے قدموں سے اندر آئی تو ڈیوی تراش کے پتّے لگائے بستر پر بیٹھا تھا۔ میں نے اپنی کرسی اُس کے نزدیک کر لی۔ لیکن مجھے کچھ دکھائی نہیں دیا۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنا چاہا۔ کانوں میں اس کی آواز "ممّی! روکیوں رہی ہو ـــــ ممی! میں بالکل ٹھیک ہوں تم روتی کیوں ہو"۔ برابر آ رہی تھی۔ لیکن نگاہ کی روشنی اس کو دیکھ نہیں پا رہی تھی ـــــ میں نے اس کو اپنی گود میں بیٹھا لیا اور پھر اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا ـــــ جیسے کسی نے میری قوّت بینائی چھین لی ہو۔ اور یہ بازو ہی میرا آخری سہارا رہ گئے ہوں اور میں اپنی آنکھوں کا کام ہاتھوں سے لینا چاہتی ہوں۔

ڈیوی نے پھر اپنے ڈیڈی کا پوچھا اور میں عمر میں پہلی بار جھوٹ بولی ـــــ میں نے ڈیوی سے بہانہ کیا کہ اس کا باپ شہر گیا ہوا ہے مجھے اُس سے یہ بھی کہنا پڑا کہ اس بار وہ ایک لمبے عرصے تک گھر لوٹ نہیں آئے گا۔

کچھ دن بعد ڈیوی کی صحت نے سنبھالا لیا اور آخر کار مجھے سچ بولنا ہی پڑا ـــــ میں نے اسے ایک ایک بات بتا دی میں نے کچھ راز نہ رکھا ـــــ اسے بتا دیا کہ جم دور جھاڑیوں میں چلا گیا تھا اور پھر کئی گھنٹے تک واپس نہیں آیا ـــــ میں نے دیکھا تو کیا دیکھا اس کی نعش اُس کا مردہ جسم اور پھر اس کی قبر ـــــ میں نے ڈیوی سے سب کچھ کہہ دیا۔

ڈیوی پر سکتہ طاری ہو گیا۔ میری آنکھوں کے سامنے ہر طرف دھند چھائی تھی میں نے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

انھیں آستین سے رگڑ ڈالا۔ جب میری نگاہوں میں روشنی آئی تو میں نے ڈیوی کو اپنے پاس گاڑی میں بیٹھا۔ پہیوں کی کھڑکھڑاہٹ اور راستے کے دھچکے محسوس کیے۔ وہ کسی مجسمہ کی طرح ساکت تھا۔ گاڑی کے دھچکے اُس کے جکڑے ہوئے ہونٹوں اور تنے ہوئے جسم کو شکست دینے میں ناکام نظر آرہے تھے ——— ڈیوی منھ سے کچھ نہ بولا ——— دل میں کسی زہر میں بجھے ہوئے خنجر کی سی نوک چبھونے والی خاموشی طاری تھی۔

پولیس چوکی آگئی،

ہم نے رپورٹ درج کرائی ——— پولیس موقع واردات پر پہنچی اور اس نے تفتیش شروع کر دی۔

جب مصیبتوں کی کالی راتیں گھر آتی ہیں تو بدنصیبی ان سے بھی دو قدم آگے چلتی ہے۔ ابھی جم کے زخم کا ناسور ابھی بھرا بھی نہ تھا کہ میرا ڈیوی مجھے داغ مفارقت دے گیا۔ وہ کتاب بھی میرے لیے ہمیشہ کو بند ہوگئی۔ جس سے میری محبت کی کہانی معنون تھی۔

مجھے کیا معلوم تھا کہ میرے ارمانوں کا انجام اتنا اندوہناک ہوگا۔ میں نے جو چاہا مجھے ملا۔

جم سا شوہر نصیب والوں کو ہی ملتا ہے اور پھر ڈیوی سا پیارا بچہ ہمیں قدرت نے بخشا تھا۔ جم کے مرنے کے بعد میں نے سوچا تھا ڈیوی مجھے سہارا دے گا۔ لیکن ایک دن مجھے جھاڑی کے نیچے سے ڈیوی کی ہڈیوں کو اٹھانا پڑا۔ کتنی مشابہت تھی دیوی کے جنم میں اور اُس کی موت میں ——— پتھریلی چٹان پر ایک جھاڑی تلے اُس کا جنم ہوا۔ اور پھر موت کے دستِ سرد نے اُس سے سانسوں کی مہک بھی اسی مقام پر چھینی۔

میں نے ایک گھوڑا گاڑی خرید لی اور اونچی نیچی راہوں کو اپنا ساتھی بنا لیا ——— ان راہوں کا کوئی انت نہ تھا۔ کوئی منزل نہ تھی۔ یہ زمین کے سینے پر اِدھر سے اُدھر تک پھیلی ہوئی سڑکیں۔ پگڈنڈیاں میرا نصیب بن گئیں۔ میں اپنے پرانے کھیتوں کی طرف لوٹ آئی۔

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

اِن کھیتوں میں میں نے اپنا بچپن گذارا تھا اور اِنھیں کھیتوں میں میری جوانی نے مُسکرانا سیکھا تھا۔ ایک دفعہ پھر وہی پرانا جیون لوٹ آیا۔ جب میں فصل کاٹنے، پھر کھیتوں کو نئی فصل کے لیے تیار کرنے اور پھلوں کو توڑ کر بیچنے میں مصروف رہنے کے علاوہ اور کچھ جانتی نہ تھی۔ وہ مشغولیت پھر میری زندگی میں واپس آگئی جس میں میں نے آنکھیں کھولی تھیں اور جس میں میں نے جینے کا سلیقہ سیکھا تھا۔ پُرانے دن زندگی کے سچّے ساتھیوں کی طرح ساتھ تھے۔ لیکن اس سب پر بھی میں سکون کے لیے بھٹکتی رہی۔

کسی نے چپکے سے میرے کان میں کہا: تو اپنا سکون تو چاندنی کے دیس میں ہی چھوڑ آئی ہے یہاں تجھے وہ کبھی نہیں ملے گا۔ وہ مہتاب کی دودھیا چاندنی میں نہائی دھرتی صرف تیرے پیارے جمّ، تیرے لختِ جگر ڈیوی کا ہی مدفن نہیں ہے، وہاں تیری ساری آرزوئیں اور ارمان بھی دفن ہیں۔ تپتے جیون کے جاں گسل لمحے تجھے یہاں کبھی چین نہ لینے دیں گے۔ تو سکون چاہتی ہے تو ادھر ہی لوٹ جا ——— وہاں کا ہر منظر، ہر لمحہ تیرا منتظر ہے۔

میرے قدم آپ ہی آپ اُس نگری کی طرف اٹھنے لگے جہاں اب بھی چاند تاروں نے کھیت کیا ہوگا۔

زندگی دھوپ چھایا کا کھیل ہے زندہ رہنے کے لیے دونوں سے شناسائی ضروری ہے بہار اور خزاں کی اس ابدی کہانی کا کوئی چھور نہیں ——— لمحے ستاروں کی طرح اپنی چال چلتے رہتے ہیں۔ زندگی کا پنچھی اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز رہتا ہے۔ وقت ہر روز ایک نئے مضمون کی کہانی لکھتا ہے۔ کتنی ہی پرانی کہانیاں اُس کے سیلاب میں غرق ہو جاتی ہیں ——— مجھے ہی دیکھئے میں نے اپنی زندگی کے دس حسین سال جمّ کے ساتھ بتائے۔ وہ بادِ بہاری کے ایک سبک سر جھونکے کی طرح میری زندگی میں آیا۔ دس سال پلک جھپکتے گزر گئے۔ مجھے محسوس بھی نہ ہو سکا اور خزاں کے ایک ہی حملہ نے بہاروں کی اس مہکتی داستان کو ذرا کی ذرا میں ختم کر دیا ——— میں اکثر سوچتی ہوں: کاش! میں جمّ سے کبھی نہ ملی ہوتی تو اس کے پیار کی ٹھنڈک اُس کے بوسوں کی حلاوت اس کے

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

تبسّم کی شفقت کا مجھے کاہے کو احساس ہوا ہوتا۔ میں کتنی ابھاگن ہوں۔ اب میرا ڈیوی بھی میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے خود کو کتنا نصیبوں والی جانا تھا۔ جب میری اور جم کی رفاقت کا ثمر ڈیوی میری گود میں آیا۔ تو میں خوشی سے پھولی نہ سمائی ——— میں نے یہ سوچ کر ایک دفعہ تو کائنات کو ہیچ سمجھا " ہر عورت تو کسی بچّہ کی ماں نہیں ہوتی ہے اور پھر کتنی مائیں ہیں جنھیں ڈیوی جیسا پیارا بچّہ ملتا ہے"

میری چیخ نکل گئی " ڈیوی ! میرے بیٹے !

میں نے اپنی ماں کو بچپن ہی میں کھو دیا تھا۔ مجھے ماں کی شفقت کا حال معلوم نہیں ! کھیتوں کی چکنی کالی مٹّی اور سڑکوں کی سُرخ دھول ہی میری ماں تھی۔ یہ پوری دھرتی میری ماں تھی۔ بدلتی رُت اور بھاگتے موسم میرے ساتھی تھے۔ جو روٹھ کر چلے جاتے اور پھر لوٹ آتے تھے۔ اب مجھے کچھ اور نہیں چاہیے۔ وقت کا کیا۔ اُس کا کام تو اپنی چال چلتے رہنا ہے۔ وہ جسے چاہے مٹا ڈالے جسے چاہے بنا دے۔ ہم تو وقت کے قلزم خونیں کے شناور ہیں۔ ڈوب کر اُبھرے، ابھر کر ساحل سے آ لگے تو بیڑا پار ہے۔ ورنہ، نہ کہیں جنازہ اٹھنے کا امکان۔ نہ کہیں مزار بننے کا سوال !

لمحہ۔ لمحہ کر کے برس بیت جائیں گے۔ قبر ماضی پر کوئی کہاں تک روئے۔ ہنگامۂ امروز میں ہی ہمیں زندگی میں توازن برقرار رکھنا ہے ——— سچ بات تو یہ ہے کہ جینا اور جیون بتانا کتنا مشکل کام ہے !

میں اپنے پرانے گھر کبھی نہ جاؤں گی۔ میں اس کا تذکرہ بھی نہیں چھیڑوں گی — لیکن نہ جانے کیوں مجھے اس وقت ایک تصویر بے پناہ یاد آ رہی ہے یہ اُن پرانے گھرانوں میں سے ایک کی تصویر ہے۔ تصویر میں ایک جہاز سمندر کی تہہ میں بیٹھا نظر آ رہا ہے، جہاز میں مچھلیاں تیرتی ہیں، مگر جہاز سے باہر نہیں نکل پاتی ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا کہ کبھی کوئی مچھلی اُس سوراخ کے بالکل نزدیک آجاتی ہے۔ جو اس جہاز سے نکلنے کا واحد ذریعہ ہے۔ مگر لہروں کی ریل پیل اسے پھر اپنی منزل سے دور کر دیتی ہے لیکن مچھلیوں کی جدوجہد جاری رہتی ہے۔ میں بھی زندگی کے آخری لمحہ تک کام کرتی رہوں گی۔ کام ہی زندگی ہے وقت کی نازک

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

ڈور پُل پُل کٹتی جائے گی ۔ مگر میرا کام اُس وقت جاری رہے گا۔ جب تک میری ہمّت ، میری طاقت مجھے جواب نہ دے دے گی اور میں بیدم ہو کر نہ گر پڑوں گی ـــــ جب تک میرے شریانوں میں گرم خون دوڑ رہا ہے میں کام سے پیچھے نہ ہٹوں گی ۔ میں اپنے جری باپ کی طرح کام کرتی رہوں گی ۔ اپنے تنومند جسم کی طرح کام کرتی رہوں گی اور اپنے ننھّے ڈیوی کی طرح !

مرنے سے پہلے مرنا اور گرنا مجھے پسند نہیں !

(انگریزی سے)

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.

Digitized By eGangotri

CC-0. Kashmir Treasures Collection at Srinagar.